قرآن و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

# اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:18 Issue:3 March 2025

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

# آئینۂ مضامین



اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

# درسِ قرآن



## تمہارے اموال واولاد آزمائش ہیں

از: مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ (سورۃ التغابن)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں، اس لئے اُن سے ہوشیار رہو۔ اور اگر تم معاف کردو، اور درگذر کرو اور بخش دو تو اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں، اور وہ اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔

توضیح: ترمذی وحاکم وغیرہ نے بسندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اُن مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ میں داخلِ اسلام ہوئے اور ارادہ کیا کہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں مگر ان کے اہل وعیال نے ان کو نہ چھوڑا کہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔ (روح المعانی)

(اور یہ زمانہ وہ تھا کہ مکے سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا) قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں ایسی بیوی اور اولاد کو انسان کا دشمن قرار دیا اور ان کے شر سے بچے رہنے کی تاکید فرمائی (جو فرائضِ خداوندی کی ادائیگی میں رکاوٹ بن رہے اور انسان کو جہنم کے راستے پر لے جارہے ہیں) کیوں کہ اس سے بڑا دشمن انسان کا کون ہوسکتا ہے جو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب اور جہنم کی آگ میں مبتلا کردے۔ اللہ کا فرض خواہ ہجرت ہو یا جہاد (یا اور کوئی عمل) جو بیوی اور اولاد فرض کی ادائیگی میں رکاوٹ بنے وہ اس کی دشمن ہے۔

وَاِنۡ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴﴾ سابقہ آیت میں جن کی بیوی بچوں کو دشمن قرار دیا ہے اُن کو جب اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو ارادہ کیا کہ آئندہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ کریں گے، اس پر آیت کے اس حصے میں ارشاد نازل ہوا کہ اگرچہ ان بیوی بچوں نے تمہارے لیے دشمن کا سا کام کیا کہ تمہیں ادائے فرض سے روکے رکھا، مگر اس کے باوجود ان کے ساتھ تشدد اور بے رحمی کا معاملہ نہ کرو، بلکہ عفو درگزر اور معافی کا برتاؤ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ اللہ جل شانہ کی عادت بھی مغفرت و رحمت کی ہے۔

## گناہ گار بیوی بچوں سے بیزاری اور بغض نہ ہونا چاہیئے

علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اہل وعیال سے کوئی کام خلافِ شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لیے بددعا کرنا مناسب نہیں ہے۔

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ: فتنہ کے معنی ابتلا اور امتحان کے ہیں، مراد آیت کی یہ ہے کہ مال و اولاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرتا ہے کہ ان کی محبت میں مبتلا ہو کر احکام و فرائض سے غفلت کرتا ہے یا محبت کو اپنی حد میں رکھ کر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا۔

## مال واولاد انسان کے لئے بڑی آزمائش ہیں

حقیقت یہ ہے کہ مال و اولاد کی محبت انسان کے لیے بڑا فتنہ اور آزمائش ہے، انسان اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی میں انہی کی محبت کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بعض اشخاص کو لایا جائے گا اس کو دیکھ کر لوگ کہیں گے اکل عیاله حسناته یعنی اس کی نیکیوں کو اس کی عیال نے کھا لیا۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد کے بارے میں فرمایا: مَبۡخَلَةٌ و مَجۡبَنَةٌ یعنی یہ بخل اور جبن یعنی نامردی اور کمزوری کے اسباب ہیں کہ ان کی محبت کی وجہ سے آدمی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے رُکتا ہے، انہی کی محبت کی وجہ سے جہاد میں شرکت سے رہ جاتا ہے۔ بعض سلف صالحین کا قول ہے: ''العیال سوس الطاعات'' یعنی عیال انسان کے لیے گُھن ہے جیسا گھن غلے کو کھا جاتا ہے یہ اس کی نیکیوں کو کھا جاتے ہیں۔ (مستفاد از معارف القرآن)

اس لئے کسی مسلمان کو اہل وعیال اور مال میں مشغول ہو کر نیک کاموں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے؛ بل کہ پوری ہوشیاری و سمجھ داری کے ساتھ آخرت کے خسارہ سے بچنے کا سامان کر لینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین

درسِ حدیث



# روزہ میں گناہ نہ چھوڑنے کا نقصان

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔ (رواہ البخاری: ۱۹۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا (یعنی لغو بیہودہ کلام اور نامناسب اعمال وافعال) نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے اپنا کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

تشریح:۔ رمضان شریف کی سب سے اہم عبادت بلکہ جس سے یہ پورا ماہِ مبارک عبارت ہے وہ ہے "صوم" "صوم" کے معنی عربی زبان میں رکنے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں یہ لفظ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام ہے۔

انسانی حیات میں کسی بھی شخص کے لیے یہ تین ایسی بنیادی اور فطری ضرورتیں ہیں جس سے کسی کو بھی مفر نہیں ہے؛ لیکن اللہ پاک نے پورے سال میں رمضان شریف کے ایک مہینہ میں ان تین جائز ومباح نعمتوں کو اپنی بندوں کے لئے حرام کر کے ان کی روحانی و ایمانی تربیت کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، ان تینوں چیزوں کی ممانعت کر کے دراصل اپنے بندوں کے اندر تمام محرّمات وممنوعات سے بچنے کی قوت پیدا کرنا ہے، قرآنِ مجید نے بھی روزہ کی یہی حکمت ومصلحت بیان کی ہے ارشاد باری ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

معلوم ہوا کہ روزہ سے حصولِ تقوی اصل مقصود ہے؛ جس پر دنیا وآخرت کی فلاح اور سعادت مبنی ہے، اور

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

تقوی اللہ کی یہ کیفیت زندگی کے ہر دن اور دن کے ہر ہر لمحے ساتھ ساتھ رہنا مطلوب ہے، تقوی اللہ وہ نعمتِ عظمی ہے جس سے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ذواتِ مقدسہ اور ان کے بعد درجہ بہ درجہ تمام اولیاء صالحین و کاملین آراستہ و پیراستہ رہے ہیں، خداوندِ قدوس روزہ کی اس عبادت کے ذریعے اپنے بندوں کے اندر یہی صفتِ تقوی کو اجاگر اور روشن دیکھنا چاہتے ہیں، پھر یہ کہ رمضان المبارک کے روحانی اور نورانی ماحول میں روزہ جیسی انوکھی عبادت کے سائے میں اس دولتِ عظمی کا حاصل کرنا انتہائی آسان و سہل ہوجاتا ہے، اس لیے روزہ کو حقیقی روزہ کی شکل دینے کے لیے سب سے زیادہ اہم اور ضروری کام یہ ہے کہ گناہوں سے بالکلیہ اجتناب و پرہیز کیا جائے، گناہ راہِ ولایت کا سب سے بڑا مانع اور تقوی اللہ و تعلق مع اللہ کے لیے سمِّ قاتل اور زہرِ ہلاہل کا درجہ رکھتا ہے۔

زیرِ نظر حدیث میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ رکھ کر لغو و لایعنی اور بیہودہ کام اور گفتگو سے پرہیز نہ کرنے والوں کا محض بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے؛ یعنی روزے کے انوار و کمالات، اثرات و ثمرات اور اس پر ملنے والے اجر و ثواب سے کما حقہ وہ بندہ مستفید و مستنیر نہیں ہوسکتا جو حلال چیزوں سے تو دن بھر بچتا رہے؛ لیکن حرام و ناجائز کاموں سے اپنے آپ کو نہ بچائے۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے:

۱ء نگاہ کی حفاظت: کہ کسی بے محل جگہ پر نظر نہ پڑے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے پھر غیر محرم اور اجنبی کا کیا ذکر، ۲ء زبان کی حفاظت: کہ جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت، بدگوئی وغیرہ سب زبانی گناہوں سے بچے، ۳ء کان کی حفاظت: کہ ہر مکروہ چیز جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے، ۴ء باقی اعضاءِ بدن: مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے لین دین سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا، ۵ء افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہوجائے، ۶ء روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم روزہ قابلِ قبول بھی ہے یا نہیں''۔

(ملخص از فضائلِ رمضان)

اس لیے ہمیں روزہ کی حالت میں گناہ سے تو بہت دور کی بات ہے لغو لایعنی باتوں اور کاموں سے بھی حتی المقدور بچتے رہنا چاہیے، دنیاوی ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اپنے فارغ اوقات کو نفل نمازوں، تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور دینی کتب کے مطالعے میں صرف کرنا چاہیے؛ تاکہ ہمارا روزہ حقیقی روزے کی شکل اختیار کرکے عنداللہ رضائے الٰہی کو پانے ذریعہ اور سبب ثابت ہو۔

# پیش گفتار

# قرآن کریم کی عظمتِ شان اور امتِ مسلمہ کا اس کے ساتھ سلوک

ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد ٹرسٹ و مدارس سبیل الفلاح کے زیر اہتمام ۱۲۰ حفاظ کرام کی تہنیتی تقریب ''جلسہ تکمیل حفظ قرآن مجید'' کے عنوان سے مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ میں ۵ ؍شعبان ۱۴۴۶ھ م ۶ ؍فروری ۲۰۲۵ء کو منعقد ہوئی جس میں مدیر محترم مدظلہ العالی نے حاضرین و شرکاء اجلاس سے تفصیلی خطاب فرمایا: ذیل میں وہی خطاب ادارہ کے مؤقر استاذ محترم و مکرم مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ کی ترتیب و کاوش سے قارئین اشرف الجرائد کی خدمت میں ادارتی صفحات پر پیش ہے۔ از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین و صلی اللہ علی خاتم النبیین اما بعد

قال اللہ تعالیٰ: ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم!

علماء کرام! خوش نصیب حفاظ کرام! اوران کے سرپرست! بہنیں اور بیٹیاں!

اس وقت آپ لوگ اپنے بچوں کی قرآن مجید مکمل کرنے کی خوشی میں اس پروگرام میں شریک ہیں! اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کے لیے آپ کی اولاد کا اللہ کی عظیم الشان کتاب کو اور اس کے مبارک کلام کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنے کی سعادت مبارک فرمائے، حافظوں اور ان کے والدین کو ملنے والی بشارتوں اور خوش خبریوں سے آپ سب کو اللہ تعالیٰ مستفید فرمائے۔ آمین

## خواتین کو دین کی باتیں یکسوئی سے سننا چاہیئے

خواتین کی طرف سے شکایت ہے کہ بعض خواتین کے مسلسل باتیں کرنے کی وجہ سے سننے کی نیت سے آئی ہوئی خواتین بھی کچھ سن نہیں پا رہی ہیں، باتیں کرنے والی عورتوں سے گزارش ہے کہ دوسری عورتوں پر ظلم مت کرو، خواہ مخواہ کسی کو اس کے مقاصد سے روکنا، ڈسٹرب کرنا، اذیت پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے؛ اسلام میں پڑوسیوں کے بہت حقوق ہیں؛ قرآن میں الصاحب بالجنب کو بھی پڑوسی کہا ہے؛ یعنی جو آپ کے بازو میں بیٹھا ہوا ہے وہ بھی پڑوسی ہے، اور اس کا بھی حق ادا کرنا ہے، آپ کے بازو جو عورتیں بیٹھی ہیں وہ آپ کے پڑوسی ہیں، اور ان کے مقصد میں خلل ڈالنا پڑوسی پہ ظلم کرنا ہے؛ اس مبارک اجتماع سے کچھ برکت ورحمت لے کر جائے گناہ اپنے سر پہ لے کے مت جائے۔

## قرآن کریم کتابِ ہدایت ہے

بہرحال! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی جو آیت پڑھی ہے، اس میں اللہ رب العزت فرمار ہے ہیں: یہی قرآن ہے جو لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتا ہے؛ اس دنیا میں اللہ پاک کی ساری مخلوقات جی رہی ہیں، آدمی بھی جی رہا ہے، جانور بھی جی رہے ہیں، انسانوں میں بھی ہر مذہب والے جی رہے ہیں، اور اپنے اپنے طریقوں سے جی رہے ہیں، اُن کے خاندان میں ان کے بڑوں سے ان کو جو کچھ باتیں معلوم ہوئیں انہی کو دین سمجھ کر اس پر چل رہی ہیں، دنیا میں جینے کے بہت سے طریقے ہیں، اور اللہ کے نزدیک جینے کا صحیح راستہ ایک ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، قرآن کریم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی فرمایا گیا: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ (الانعام:۱۵۳) یہ میرا راستہ صراط مستقیم ہے، اس کو چھوڑ کر کسی بھی راستے پہ مت جاؤ، جس راستے پر بھی جاؤ گے وہ تم کو تمہارے راستے سے ہٹادے گا، کوئی راستہ تم کو اللہ تک نہیں پہنچائے گا، معلوم ہوا کہ نبی والا راستہ ہی صحیح راستہ ہے، نبی والا راستہ کون سا ہے؟ قرآن والا راستہ ہے؛ کیوں کہ نبی کو بھی صحیح راستہ قرآن نے دکھایا ہے، اس لیے قرآن کہہ رہا ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ''یہی قرآن ہے؛ جو آپ کو سیدھا راستہ بتاتا ہے'' اللہ تک پہنچنے کا راستہ، جنت تک پہنچنے کا راستہ، عاقبت کو خوشگوار بنانے کا راستہ، اللہ کو راضی کرنے کا راستہ، نبی پاک ﷺ کے قلبِ مبارک کو ٹھنڈا اور خوش کرنے کا راستہ قرآن دکھاتا ہے۔ قرآن کی روشنی لے کر قرآن سے نور لے کر ہمارے نبی بھی وہی راستہ بتاتے ہیں جو قرآن کا راستہ ہے، وہ الگ راستہ نہیں بتاتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوریٰ:۵۲) اے نبی! آپ بھی سیدھے رستے ہی

کی ہدایت کرتے ہیں، تو قرآن اور نبی دونوں ایک ہی راستہ دکھاتے ہیں، قرآن لفظاً و معناً جو راستہ دکھاتا ہے نبی عملاً و خلقاً وہی راستہ دکھاتے ہیں۔

## قرآن کریم کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے

قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے ذمے لے کر مسلسل اس کی حفاظت کر رہا ہے، اس سے پہلے بھی اللہ کی کتابیں اتری تھیں، چار مشہور تو سب کو معلوم ہے، چار میں سے ایک قرآن ہے، اور تورات زبور انجیل! لیکن اتنی ہی کتابیں نہیں ہیں، بہت نبیوں کو اللہ نے بہت سی کتابیں دی ہیں، ان میں سے بعض ہم کو معلوم ہیں بعض معلوم نہیں ہیں؛ لیکن ان سب کتابوں میں یہ قرآن کریم عظیم الشان کتاب ہے، آخری کتاب ہے، اس کتاب کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمے لے لی ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے جو کتابیں نازل کی گئی تھیں؛ مثلاً تورات، زبور، انجیل تو ان کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہی ذمہ داری تھی کہ وہ خود اس کی حفاظت کرلیں، لیکن ان کے علماء نے اللہ کی کتابوں کی حفاظت کرنے کے بہ جائے اللہ کی کتاب میں خیانت کی، قرآن کہتا ہے: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وہ کتابوں میں اللہ کی باتیں بدل دیا کرتے، کچھ مٹاتے اور کچھ اپنی طرف سے بڑھا دیتے تھے، ایسی صورتِ حال میں اگلا نبی آکر بتاتا تھا کہ دیکھو! یہاں یہاں لوگوں نے گڑبڑ کی، تمہاری کتابوں میں صحیفوں میں یہ بات بدلی ہوئی ہے، یہ بتا کر پھر سے صحیح کر دیا کرتا تھا، جب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو چوں کہ ان کے بعد کوئی نبی قیامت تک نہیں آنا ہے، آپ ایسے آخری نبی ہیں جس کے بعد کسی کے نبی بن کے آنے کا تصور نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں آخری نبی ہوں، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، تو جب ان کے بعد کوئی نبی آنے والا ہی نہیں ہے، اور قرآن مجید کی حفاظت ہمارے ذمے ہوتی تو ہم بھی اس قرآن مجید کو بدل دیتے؛ کیوں کہ ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں، بنی اسرائیل نے جو جو شرارتیں کی ہیں وہ سب ہم کرتے ہیں، جو جو بنی اسرائیل کے اندر اللہ کی نافرمانیاں ہوئیں، ایسی ایسی نافرمانیاں جن میں سے ایک ایک پر پوری امت پر عذاب آیا ہے، پوری امت ہلاک کی گئی ہے، وہی سب ملا کے ہم لوگ کرتے ہیں، کون سا گناہ ہے جو بنی اسرائیل میں ہوتا تھا اور امت مسلمہ میں نہیں ہو رہا ہے؟ ہم سب کچھ کرتے ہیں، اگر قرآن ہمارے ذمے دیا جاتا تو جیسے ان لوگوں نے تحریف کی تھی ہم بھی تحریف کرتے، جیسے ان لوگوں نے بھلا دیا تھا ہم بھی بھلا دیتے، ان کی تحریف کا حل تو اس لیے آسان تھا کہ اگلا نبی آکر اس غلطی کو درست کر دیتا تھا، ہمارا کیا ہوتا؟ کیوں کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، ہمارے نبی آخری نبی ہیں، جب کوئی نہیں آنے والا ہے تو اب ہمیں کون بتاتا کہ پچھلے لوگوں نے یہ یہ مٹا

دیا، لوگوں نے کچھ گڑبڑ کردی، غلط کردیا، قرآن بدل دیا، قرآن کی آیتیں بھلادیں، ہمیں کون بتاتا؟ تو اللہ پاک نے خود ہی اس کا انتظام یہ کرلیا کہ اس آخری کتاب کی حفاظت اس کتاب کے مخاطبین اور اپنے بندوں کے ذمے کرنے کے بجائے، اس امت کے علماء کے ذمے کرنے کے بجائے، اللہ نے اپنے ذمے خود لے لی، قرآن میں فرمایا گیا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس قرآن مجید کو ہم نے اُتارا ہے ہم ہی حفاظت کریں گے، کیسے کریں گے؟ تو وہ ہم نظام بنادیں گے؛ مگر کریں گے ہم ہی، جب نبی گزر جائیں گے تو کوئی قرآن مجید کا بال بیکا نہیں کرسکے گا، قرآن کریم کے ایک ایک حرف کو، ایک نقطے کو، ایک زیر زبر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، قرآن میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؛ حالاں کہ پچھلی کتابوں میں صحیفوں میں کوئی اتنی عظیم ضخیم کتاب نہیں تھی، مختصر مختصر کتابیں تھی، یہ بہت بڑی کتاب ہے جس میں 6666 آیتیں ہیں، 78000 الفاظ ہیں، حروف تو لاکھوں ہوں گے، حفاظت میں خود کروں گا۔

## قرآنِ کریم کی دائمی حفاظت کا حیرت انگیز نظام

چوں کہ اس دنیا میں اللہ کا ہر فیصلہ اسباب میں ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اللہ نے اس کی حفاظت سبب بنایا، سبب یہ بنایا کہ اپنے بندوں کو مرد ہوں یا عورت، بچے ہوں یا بڑے جوان ہوں یا بوڑھے سب کو اس لائق بنایا کہ وہ تھوڑی سی توجہ دیں تو قرآن کی پوری 6666 آیتیں سینے میں محفوظ ہوجائیں، اور اس طرح محفوظ ہوں گی کہ کسی جگہ سے کسی حافظ سے کہو گے پڑھنا شروع کردے گا، نیند میں سے اٹھا کر جہاں سے پوچھ لو تو وہیں سے پڑھنا شروع کردے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے وعدے کے پورا ہونے کا دنیوی سبب بنادیا، ورنہ حفاظت ہم نہیں کررہے، ہمارے سینے نہیں کررہے، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ حَافِظُوْنَ میں تاکید در تاکید ہے، ہم نے ہی نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، مزید یہ کہ یاد کرنے کے واسطے آسان بھی کردیا، وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ، یعنی ہم نے قرآن کو حفظ کے لیے آسان کردیا ہے، نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا ہے؛ ہے کوئی اس کو محفوظ کرنے والا؟ ہے کوئی اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا؟ اللہ تعالیٰ کے بار بار سوال فرمانے سے اس کا شوق پیدا ہوا، اور اس شوق نے ہر دور کے لاکھوں انسانی سینے محافظِ قرآن بن گئے۔

## قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کا ظہور ذاتِ باری سے ہی ہوا، اللہ کی ذات سے نکلا ہے، یہ کلام ذاتِ باری میں سے کیسے نکلا؟ ہم کو نہیں معلوم، لیکن ہمارے نبی خبر دے رہے ہیں اللہ کے اندر

میں سے آیا ہے، انه کلام الله خرج منه کیوں کہ کلام اندر ہی ہوتا ہے، اور جب اللہ کی ذات میں سے نکلا ہے تو آپ کہیے کہ اللہ حافظِ قرآن ہے، اللہ نے جبرائیل کو سنایا، جبرائیل حافظِ قرآن، جبرائیل نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو سنایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حافظِ قرآن، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو سنایا، تو صحابہؓ کی اکثریت مکمل قرآن کی حافظ تھی، پھر امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اس کو اسباب کے درجے میں بہت زبردست رواج دیا، حضرت عمرؓ نے تمام فوجیوں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ ہر فوجی قرآن حفظ کرلے، جو قرآن کو یاد کرلے گا اس کا گریڈ بڑھا دیں گے، اس کی تنخواہ بڑھا دیں گے، جس بیرک میں زیادہ حافظ ہوں گے، اس کے کمانڈر کی حیثیت بھی بڑھا دیں گے، اس سے بھی شوق پیدا ہوا، اور لوگ قرآن مجید کا حفظ کرنے لگے، اس زمانے میں تقریباً مسلمان حافظِ قرآن ہوتے، بعد میں بھی ہر دور میں مسلمان اپنے بچوں کو سب سے پہلے قرآن حفظ کراتے، جب وہ قران کے حافظ ہوتے تو بعد میں سب کچھ پڑھاتے۔

## حفظِ قرآن کریم کا ایک نصیحت آموز واقعہ

کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ مصر کی ایک عدالت میں ایک آدمی کا مقدمہ تھا اس کی پیشی ہوئی، حاضری دی تو اس کی نظر جج صاحب کے پیچھے ایک بچے پہ پڑی، چھوٹا سا معصوم بچہ اور اس کے پیر میں زنجیر تھی جیسے قیدیوں کو بیڑی پہنا دی جاتی ہے، ان کو بڑی تشویش ہوتی رہی، وہ کہتے ہیں کہ جب میرا کام ختم ہوگیا، جج صاحب کے پاس ہمارا سوال جواب مکمل ہوگیا، اجلاس برخاست ہونے کا وقت آیا تو میں نے ان سے کہا: کہ حضور! آپ سے ایک بات مجھے اس کیس سے ہٹ کے پوچھنی ہے؛ انہوں نے کہا کیا؟ میں نے کہا ایسے بچے نے غلطی کی ہے؟ جس کو بیڑی پہنا کر بٹھایا گیا ہے؟ تو جج صاحب ہنسنے لگے، اور کہنے لگے یہ قیدی نہیں ہے، یہ میرا بیٹا ہے، ہمارے خاندان کا طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ بولنے لگتا ہے تو ہم اس کو ایسے بیڑی پہنا دیتے ہیں، اور اس وقت تک نہیں کھولتے جب تک کہ وہ مکمل قرآن کا حافظ نہیں بن جاتا، مکمل قرآن کا حافظ ہونے کے بعد کھولتے ہیں، یہ ہمارا کلچر ہے، یہ کوئی سزا نہیں ہے، دیکھیے کس حد تک لوگوں میں شوق تھا۔

## صدرِ لیبیا کا عبرت ناک انجام

لیبیا کا صدر کرنل قذافی بڑا عجیب آدمی تھا، کہتا تھا کہ قرآن کریم نظرِ ثانی کا محتاج ہے، اللہ کی کتاب پر ایک مرتبہ نظرِ ثانی ہونی چاہیے، وہ قرآن کو قانون نہیں مانتا تھا، اس نے ایک گرین بک لکھی تھی، اسی کتاب پر مملکت چلاتا تھا، قرآن مجید پر نہیں چلاتا تھا، وہ کہتا تھا کہ قرآن میں جتنی آیتیں قُلْ سے شروع ہوتی ہیں وہ سب اب نکال دینا چاہیے؛ کیوں کہ قُلْ کا مطلب اے نبی! آپ کہیں، جب انہوں نے کہہ دیا تو اب اس کی کوئی ضرورت

باقی نہیں، ایسا خر دماغ تھا،لیکن انجام کیا ہوا؟ ذلیل ورسوا ہو کے بہت بُری موت مرا،لیکن آج لیبیا میں ہر مسجد میں قرآن کے حفظ کے حلقے ہیں،اور یہ سب بہترین قرآن پڑھنے والے، وہاں جولوگ گئے انہوں نے بتایا کہ ہر مسجد میں حلقہ ایک طرف لڑکیاں پڑھ رہی ہیں،ایک طرف لڑکے حفظ کر رہے ہیں، بڑے بوڑھے لوگ بھی حفظ کر رہے ہیں،ایک ذوق اللہ نے ان کے اندر پیدا کر دیا وہ لوگ جن کا بادشاہ قرآن کے خلاف تھا،ان کی رعایا قرآن کی محافظ،ایک ایک آیت کا حفظ کر رہے ہیں،اور گھر گھر حافظ تیار ہو رہے ہیں، یہ اللہ کا نظام حفاظت ہے۔

## ہندوستان میں حفظِ قرآن کا انتظام

ہمارے ملک ہندوستان میں اسلام آیا تو قرآن کے ساتھ آیا،قرآن کے بغیر تو کوئی اسلام نہیں، اور حفظِ قرآن شروع زمانے ہی سے چلتا رہا، پھر وہ وقت آیا جب قرآن مجید کے حفظ کے لیے باقاعدہ مدرسے قائم کیے گئے، جیسے یہ ایک مدرسہ ہے جہاں 700 بچے قرآن مجید کے حفظ میں مصروف ہیں،اور ایسے کتنے ہیں وہ جو شہر میں ہیں، پوری ریاست میں اور پورے ہندوستان میں ہیں،سب ملا کر لاکھوں بچے ہر سال قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں، حالاں کہ اس کتاب کے پڑھنے سے کوئی سند ملتی ہے نہ کوئی نوکری،اس سے کوئی کاروبار نہیں لگتا، نہ اس سے کوئی معاشی فائدہ ہے،لیکن پھر بھی لاکھوں بچے مسلمانوں کے قرآن مجید کے حافظ بنتے چلے جا رہے ہیں، کیوں؟محض حفظ کے فضائل حاصل کرنے کے واسطے!

بہرحال! مجھے بولنا یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے،اس کتاب کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کو ہماری کوئی ضرورت نہیں ہے،اس نے اپنا وعدہ آج تک نبھایا ہے اور قیامت تک ایسا ہی کرے گا، چاہے پورے مسلمان طے کرلیں کہ ہم کو قرآن حفظ نہیں کرنا ہے، ہمارے بچوں کو حافظ نہیں بنانا ہے،سب مل کر طے کرلیں تو بھی قرآن پہ کوئی آنچ آنے والی نہیں ہے، وہ ارض وسما کا مالک قرآن جس کا کلام ہے وہ اپنے کلام کی حفاظت کے جتن خود جانتا ہے۔

## سرپرستان اور عوام الناس کو دردبھرا پیغام

قرآن مجید کے حفظ کے فضائل تو آپ کے سامنے آ گئے،اور بار بار آپ نے جلسوں میں سن لیے،اور آپ کو سب کچھ معلوم ہے تبھی آپ نے اپنے اپنے بچوں کو حفظ کرنے کے لیے یہاں پر چھوڑا ہوا ہے؛لیکن ہمیں آپ سے جو بات اس وقت میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی زیادہ فکر نہیں ہے،اس کی حفاظت حق تعالیٰ اپنی قدرت سے خود کریں گے؛لیکن قرآن جن کے لیے اترا ہے اور جن کی ہدایت کا سامان بنا کر اتارا گیا ہے،ان کے قرآن سے استفادہ کرنے کا کیا حال ہے؟ جن کے لیے قرآن اُتارا گیا ان کا قرآن سے کیا تعلق ہے؟

لاکھوں میں کوئی ایک اپنے بچے کو مدرسے میں حفظ کرنے کے لیے ڈال دے اور مجموعی طور پر ملک میں کئی لاکھ حافظ بھی ہو جائے تو کیا 25 کروڑ مسلمان ذمہ داری سے سبک دوش ہو جائیں گے، آپ کے پورے خاندان سے ایک بچہ حافظ ہو گیا تو کیا آپ قرآن سیکھنے کی ذمہ داری سے محفوظ ہو گئے؟ اب آپ کی ذمہ داری نہیں؟ ہمارے گھروں کا یہ حال ہے کہ اکثر حافظ بننے والوں کے گھر میں ماں کو قرآن پڑھنا نہیں آتا، والد کو قرآن پڑھنا نہیں آتا، بہنوں کو قرآن پڑھنا نہیں آتا، گھر میں دادی ہیں اور ابھی تک قرآن نہیں سیکھا، نانی جان ہیں ابھی تو قرآن نہیں سیکھا، مرنے کو آ گئے ہیں قبر میں پیر لٹک گئے ہیں؛ لیکن قرآن نہیں سیکھا ہے، آپ کے گھر کا ایک بچہ حافظ بن گیا، وہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے، اس سے آپ کو سیکھنا چاہیے یا نہیں؟ کسی کو شوق نہیں ہے، اِن بچوں سے محبت صرف اتنی ہے کہ ان کو پھول کا ہار ڈال دیں گے، گھر میں دعوت کریں گے، دوست احباب کو بلائیں گے کہ میرا بچہ حافظِ قرآن ہوا، ماں کچھ تمغہ دے گی، رشتہ دار کوئی گفٹ دیں گے؛ لیکن کیا اِن رسمی کاموں سے حافظ کے گھر میں آنے کا حق ادا ہو جائے گا؟ نہیں بھائی! حق جب ادا ہوگا، جب کہ بھائی بہنیں سب مل کر کہیں کہ بیٹا! تم قرآن پڑھ کے آ گئے ہو؛ اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ ہم لوگوں کو پڑھاؤ، ہم کہاں جا کے کس مدرسے میں پڑھیں بیٹا! تم خود گھر کو مدرسہ بنا دو، میری بھی ذمہ داری ہے میں اللہ کو کیا جواب دوں گی؟ بیٹا! میں تیری ماں ہوں تجھے نو مہینے پیٹ میں رکھ کے جنم دی ہوں، تکلیف پہ تکلیف اُٹھائی ہوں، بھوکی رہ کر تجھے کھلائی ہوں، اور جاگ کر تجھے سُلائی ہوں، اپنے خون کو دودھ بنا کر تیرے جسم کی پرورش کی ہوں، اب تو حافظ ہے تو مجھے بھی قرآن پڑھنا سکھا دے۔ یہ حق ہے میری بہنو! بیٹیو! یہ حق ہے میرے بھائیو! آپ کے بچوں کے حافظ ہونے کے بعد آپ کے گھر میں حفظ کا مدرسہ ہو جانا چاہیے، آپ کا بیٹا دنیا جہاں کے بچوں کو تو پڑھائے، محلے کے بچوں کو تو پڑھائے، اپنی بہن کو کیوں نہیں پڑھائے؟ اپنی ماں کو کیوں نہیں پڑھائے؟ اپنے ابو کو کیوں نہ پڑھائے؟ دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو اپنے بچے کو انگلش پڑھنا آتا ہے اور ہمیں پڑھنا نہیں آتا، تو ہم اُن سے سیکھ لیتے ہیں، ہم بیٹے سے کہتے ہیں بیٹا! یہ موبائل میں یہ ایپ کیسے کھولنا؟ ذرا مجھے بتا، بچہ بیٹھ کے بتاتا ہے کہ ایسا کرو ایسا کرو، تب نہیں سوچا کہ چھوٹے بچے سے میں اتنی عمر میں کیا سیکھوں؟ لیکن جب کہا جائے کہ اپنے بچے سے قرآن سیکھ لو تب بڑا پن سامنے آ جاتا ہے۔ کیا قیامت میں اللہ نہیں پوچھے گا کہ تم معمولی دنیا کی چیزیں اپنے بچوں سے سیکھ لیا کرتے تھے، لیکن میرا قرآن صحیح پڑھنا بچوں سے کیوں نہیں سیکھ لیا؟ اس کے سیکھنے میں شرم آ گئی، میری کتاب سیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی تب اللہ کو کیا جواب دو گے؟

## مسلمانوں کی قرآن کریم کے تئیں حالتِ زار

آج لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کونماز میں پڑھے جانے کے بقدر قرآن بھی صحیح نہیں آتا، اور جن لوگوں کو کچھ پڑھنا پڑھنا آتا ہے پڑھتے نہیں ہیں، گھروں میں قرآن رکھی ہوئی ہے، وہ پڑھنے کے لیے نہیں رکھی، ہر گھر میں قرآن ہوگی، میں نے کسی جگہ بیان میں کہا کہ آپ کے گھر میں جتنے افراد ہیں، اتنے سوٹ ہیں، اتنے جوتے ہیں، کپڑے ہیں، جتنے لوگ ہیں اتنے بستر ہیں، گھر کے اندر جتنے لوگ ہیں اتنی ضرورت کی چیزیں موجود ہیں، سب کی الگ الگ ہیں، کیا گھر کے افراد جتنے ہیں ان کا سب کا الگ الگ قران بھی ہے؟ میں ان چند چیزوں کا نام لے رہا تھا تو سامنے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے کہا: ''سب کے موبائل بھی الگ الگ ہیں''، واقعی صحیح بات ہے سب کے پاس موبائل بھی ہے، بیٹے کا الگ ہے، بیٹی کا الگ ہے، بھائی کا الگ ہے، بہن کا الگ ہے، امی کا، سب کے موبائل بھی الگ الگ ہیں، لیکن اس گھر میں سب کے قرآن الگ الگ نہیں ہیں، سب پڑھنے والے ہوتے تو قرآن بھی سب کا الگ الگ ہوتا، ہم کو موبائل کی تو ضرورت ہے، ضرورت نہیں ہے تب بھی چاہت تو ہے، اس لیے وہ سب کے پاس ہونا چاہیے، اور قرآن کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے سب کے پاس قرآن نہیں، جو ہے وہ خود ہمیں بددعا کر رہا ہوگا جب سے آیا ہے ویسے ہی رکھا ہوا ہے، نہ جانے اس کی کتنی آہیں لگ رہی ہوں گی اور ہماری زندگی برباد ہو رہی ہے، آج لوگ کہتے رہتے ہیں یہ پریشانی ہے، یہ پریشانی ہے، یہ پریشانی ہے حضرت! کچھ دعا بتا دیجیے، کوئی وظیفہ بتا دیجیے، جادوگروں کے پاس جا رہے ہو، عاملوں کے پاس جا رہے ہو، کوئی کچھ کرا دیے، کوئی جادو کر دیا ہے، کوئی کچھ نہیں کیا، آپ نے خدا کی کتاب پہ ظلم کیا ہے اس کی وجہ سے یہ آفتیں اور مصیبتیں آ رہی ہیں اور آپ اللہ کے کلام پر ظلم کر رہے ہوں اللہ آپ سے پیار کرے! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ چوں کہ الرحیم الرحمٰن ہیں اس لیے ہمیں جینے دے رہے ہیں اور جینے کے وسائل بھی دیتے جا رہے ہیں ورنہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب پر ظلم کے انتقام پر آ جائے تو اینٹ سے اینٹ بج جائے، کوئی مسلمان زندہ باقی نہیں رہ سکتا، یہ تو ان کا حلم اور کرم ہے کہ وہ بندوں کو مہلت دے رہے ہیں۔

## سب مسلمانوں سے میری التجا

آپ لوگوں سے اس وقت مجھے یہی بات کرنی تھی کہ ہمارا قرآن سے کیا تعلق ہے؟ ہم روزانہ تلاوت بھی نہیں کرتے، جب کہ ہمارے نبی کی ہدایت ہے لا تدع قرأۃ القرآن علی کل حال اس لئے گھر میں کچھ بھی ہو جائے حالات کتنے بد سے بدتر ہو جائیں، قرآن کی تلاوت کبھی نہ چھوڑو، یہ ہمیں نبی کی وصیت ہے۔ ہماری وہ بہنیں، بیٹیاں! جن کی زبان بولتے بولتے کبھی تھکتی نہیں ہے، 24 گھنٹے بولتی رہیں تب بھی نہیں تھکتیں، ذرا غور

کریں کہ اس زبان سے کبھی قرآن بھی پڑھتی ہو؟ کبھی اللہ کی کتاب کھولنے کی توفیق ہوتی ہے؟ سوچو! اپنے آپ سے سوال کرو، میں تو آج کل کئی جگہوں پر یہ سوال کر رہا ہوں (جس کا کسی ریاست میں کوئی بھی جواب نہیں دے رہا ہے) کہ مسلمانوں کی اکثریت کو قرآن کی زیارت کرکے کتنے دن ہو گیا؟ اس مجمع میں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے آج قرآن شریف پڑھا تھا یا کل پڑھا تھا یا پرسوں؟ یا اس سے پہلے کچھ پڑھا؟ یہ مہینہ (شعبان) شروع ہو کر چھ دن ہو گئے، چھ پارے تو پڑھے؟، ان چھ دنوں کا حساب لے لو! انہی چھ دنوں کے بارے میں اپنے من سے پوچھو، قرآن شریف پڑھا ہے؟ مہینوں مہینوں نکل جاتے ہیں مسلمانوں کو قرآن پڑھنے کی توفیق نہیں ملتی، سمجھنے کی توفیق، عمل کرنے کی توفیق وہ تو اس سے آگے کے درجات ہیں۔

مسلمانو! اب بتاؤ کیسے حالات بدلیں گے؟ کیسے ملک بدلے گا؟ کیسے یہ ظالم ہٹیں گے جو ہمارے سر پر مسلط ہیں، ہر دن کسی نہ کسی اسٹیٹ سے کوئی نہ کوئی دل دکھانے والا بیان ملے گا، ہر دن حکم رانوں کی زبان پر ہمارا مذاق اڑانے والا بیان آئے گا، ان لوگوں کو الیکشن جیتنا ہے تو بھی مسلمان کا ذکر، قرآن کا ذکر، مسلمانوں کے احکام ومسائل اور شریعت مطہرہ کی توہین تنقیص، کوئی ان سے پوچھ نہیں سکتا کہ تمہارا الیکشن چل رہا ہے، اس میں ہمارے دین وایمان اور قرآن وشریعت کیوں ذکر کر رہے ہو؟ جو ماحول اس وقت ملک میں بنا ہے (گزشتہ 12 / 15 سال کے دوران میں) یوں ہی نہیں بنا، میرے دوستو! سیاسی اسباب بھی ہوں گے، سماجی اسباب بھی ہوں گے، بے شک ان پہ بھی غور کیا جائے مگر جو سببِ حقیقی ہے، وہ یہ ہے کہ جس قوم نے اللہ کے کلام اور اس کی کتاب کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہوا ہے اس قوم کی اللہ کیوں مدد کرے گا، یہ اصل سبب ہے، اللہ کی نافرمانی ہر پریشانی کا سبب اصلی ہے، اس سبب کو سمجھنا چاہیے، حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے حیدرآباد ہی میں مکہ مسجد میں بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کچھ دوست ساتھ جا رہے تھے راستے میں دیکھا کہ ایک شخص سولی پر لٹکا ہوا ہے، کسی نے کہا کہ اسے سولی پر کیوں چڑھا دیا گیا؟ اس کی موت کیسے ہو گئی؟ تو ایک نے کہا کہ اس کی موت کا سبب جلاد کا اس کے گلے میں پھندا ڈال دینا ہے، اس نے نیچے سے تختہ کھینچ لیا لٹک کے مر گیا، دوسرے نے کہا کہ اصل سبب جج کا ججمنٹ ہے، اس کے حکم سے اس کو یہاں لایا گیا اور اس کو سزا دی گئی، تیسرے نے کہا کہ وہ سبب نہیں ہے پولیس جو اس کو پکڑ کے عدالت میں پیش کی تھی وہ اس کی موت کا سبب بنی، چوتھے نے کہا کہ نہیں نہیں وہ سبب نہیں ہے اس کا چوری کرنا سبب ہے، چوری نہ کرتا تو پولیس نہ پکڑتی، پولیس نہ پکڑتی تو عدالت میں نہ جاتا، عدالت میں نہ جاتا تو ججمنٹ نہ آتا سزائے موت نہ سنائی جاتی، اور جب ججمنٹ نہ آتا تو جلاد اس کو تختۂ دار پہ نہ چڑھاتا، لہٰذا اصل سبب اس کا چوری کرنا تھا۔ اسی طریقے سے جو کچھ اس دنیا میں

اچھا یا برا ہوتا ہے اس کے اسباب ہوتے ہیں کچھ سببِ قریب بھی ہوتے ہیں کچھ سبب بعید ہوتے ہیں، کچھ سبب ظاہری ہوتے ہیں کچھ سبب حقیقی ہوتے ہیں، دنیا کے انقلابات کا سبب اصلی اُن کے اعمال ہیں۔

## ملک میں مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال کا بنیادی سبب

ہمارے ملک میں ہم لوگوں کی اس وقت نہایت تکلیف دہ صورتِ حال ہے جس کو سوچ کر دل دکھ رہا ہے اور اگلی نسل پر رحم آ رہا ہے ترس آ رہا ہے، اس صورتِ حال کی وجوہات میں غور کریں تو ایک اہم اور مؤثر مضبوط سبب اللہ کی کتابِ مبارک کے ساتھ مسلمانوں کا باغیانہ سلوک ہے، اس سلوک نے وہ دن دکھائے کہ جو کوڑی کے اوقات نہیں رکھتے تھے وہ آج ہماری شریعتِ مطہرہ پر تبصرہ کرتے ہیں، آج اللہ کے موحد بندوں کے دل دُکھاتے ہیں اور صرف اِنجوائے کرنے کے لیے بڑے بول بول رہے ہیں، ایک تلخ بات صبح میں تو ایک دو پہر میں سننے کو مل رہی ہے، کوئی دل آزار بات شام میں سامنے آ رہی ہے، گویا ان لوگوں نے طئے کر لیا ہے کہ مسلمانوں کا دل دکھاتے رہو، اور انھیں ٹنشن میں رکھو، کیا ایسا کبھی ماضی میں ہوتا تھا؟ پہلے بھی غیر مسلم حکم ران ہی تھے لیکن ان کو حکم رانی سے مطلب تھا، لیکن اب ایسا جو ہو رہا ہے، تو کیوں ہو رہا ہے؟ سوچو! پہلے لوگ قرآن پڑھتے تھے آج مسلمان قرآن ہی نہیں پڑھتے ہیں، بل کہ پڑھنا بھی نہیں آتا، سینٹرنگ کا کام کرنے والوں کو کیا قرآن پڑھنا آتا ہے؟ الیکٹریشن کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ اے سی ٹکنیشن کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ موٹر سائیکل مکانک کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ کار میکانک کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ سرکاری ملازم کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ کالج کے اسٹوڈنٹ کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ ٹیچر کو آتا ہے؟ پروفیسر کو آتا ہے؟ سن کے دیکھ لو مسلمانوں میں کس کس کو قرآن پڑھنا آتا ہے؟ ہم لوگوں کا قرآن کریم پر یہ ظلم ہے، جس کے بعد سمجھ میں آجائے گا کہ جو کچھ نہیں ہو رہا ہے وہ بھی ہونا چاہیے، آسمان سے پتھر برسنے چاہیے تھے، بادل آتے اور اس میں سے آگ گرنی چاہیے تھی، زمین پھٹتی اور اس میں دھنس جانا چاہیے تھا ہم لوگوں کو، کیوں؟ اس لیے کہ ہم اللہ کی کتاب کے ظالم ہیں، ہمارے ساتھ سب کچھ ہو جانا چاہیے تھا، نہیں ہوا، وہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں جی لینے کا موقعہ دے رہا ہے، شائد بندے اب سنبھلیں اب سنبھلیں۔

میری بہنو! بیٹیو! جتنے عذاب بنی اسرائیل پر آئے ہم ان میں سے ہر عذاب کے حق دار ہیں، بس اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں مہلت دی، اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ، اس جلسے کے اسٹیج سے بڑے بڑے علماء کرام کی موجودگی میں ان مبارک خوش نصیب سعادت مند حفاظ کی موجودگی میں ــــ ہمارے اسٹیج پر اس وقت ہندوستان کی عظیم الشان دینی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب

مدراسی مدظلہ العالی موجود ہیں، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے شیخ الحدیث اور مقبول مبلغ حضرت مولانا فاروق مدنی مدظلہ رونق افروز ہیں، دیگر مقامی اکابر موجود ہیں___ ان اکابر کی موجودگی میں جو بات آپ حضرات سے کہنا چاہتا ہوں کہ ان 117 حافظوں کی پرنور محفل کے اندر اس روحانی منظر میں یہ پیغام لے کر اٹھیے کہ آج کے بعد اگر آپ کو قرآن پڑھنا آتا ہے تو کبھی قرآن پڑھنے کا ناغہ نہیں کریں گے، اور اگر نہیں پڑھنا آتا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے آج ہی رات میں قاعدے کا پہلا سبق لے لیں، آج ہی پہلا سبق لے لو، ہوسکتا ہے اسی رات میں اللہ بلا لے، (کام جب شروع کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کام پورا نہ ہو تو بھی پورا قبول کرتا ہے۔) ابھی سیکھا نہیں تھا مر گئے تو بھی اللہ سیکھنے والوں کے ساتھ قیامت میں اٹھائے گا، حفظ کر رہے تھے درمیان میں مر گئے تو اللہ قیامت میں جید حافظوں کے ساتھ ہمیں اُٹھائے گا، اللہ اپنے بندوں کی اور ان کے اعمال کی بڑی قدر کرتا ہے، ضائع ہونے نہیں دیتا۔

اللہ کے بندو اور میری بہنو، بیٹیو! اللہ کی کتاب پر ظلم بند کرو، اللہ نے اس دنیا میں قرآن سے عظیم کوئی نعمت نہیں دی، ساری نعمتیں مخلوق ہیں سوائے قرآن کے کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو صفتِ باری ہے مخلوق نہیں ہے، طے کر لو کہ آج کے بعد ہمارے گھر میں اللہ کی کتاب پر ظلم نہیں ہوگا، ہر مرد ہر عورت تمام بچے سب قرآن پڑھنا سیکھیں گے اور قرآن پڑھتے رہا کریں گے اور قرآن کو سمجھیں گے۔

میں قرآن کی محفلوں میں، مدرسوں کے جلسوں میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اگر کوئی شفیق مہربان اور بہت دولت مند والد صاحب اپنے بچے سے یوں کہے کہ بیٹا! مجھے تم سے ذرا بات کرنی تھی میری جو جائیداد ہے پراپرٹیز ہیں، فارم ہاؤس ہے، کاروبار ہے، دکانیں ہیں، تم لوگوں کو دینا ہے اور اس سلسلے میں تم سے ذرا بات کرنا ہے، بیٹا کہتا ہے ابھی موقع نہیں ہے، بعد میں بات کروں گا، ابھی موقع نہیں ہے ابھی موقع نہیں ہے یہی بولتا چلا جا رہا ہو، 50 سال گزر گئے اور آپ کو پتہ چلے کہ ایک بدنصیب بیٹا 50 سال سے باپ کو ''ٹائم نہیں ہے'' کہہ رہا ہے، تو آپ اس بچے کو خوش نصیب، سعادت مند بچہ سمجھیں گے یا نہایت شقی، بدبخت اور کمینہ سمجھیں گے؟ آپ یہ فیصلہ کر و اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرو کہ آپ کی عمر 60 سال کی ہے، 70 سال کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے جب سے آپ کو شعور آیا ہے بات کرنا چاہتا ہے، اور وہ بات یہ ہے کہ میری کتاب پڑھو، میں نے تمہارے لیے اس میں دولتیں رکھی ہیں، میں نے تمہاری دنیا اور آخرت کی نعمتیں اس میں رکھی ہیں، ذرا ٹائم نکالو، ذرا میری کتاب پڑھو، ذرا میری بات کو سنو تو ہم 60 / 70 سال سے اللہ تعالیٰ کو اَوائڈ کر رہے ہیں، تو کیا یہ ہماری کمینگی نہیں ہے؟ ہم خود ہی طے کریں۔

میرے دوستو! ذرا قرآن کے قریب آجاؤ انشاء اللہ اس ملک کے جو خوفناک حالات سامنے ہیں، جو اندیشے اور خطرے ہمیں ڈرا رہے ہیں، اگر ہندوستان کے مسلمان اللہ کی کتاب پر ظلم بند کر دیں گے، ایک رات نہیں گزرے گی اگلے دن اللہ تعالیٰ حالات بدل دیں گے، قرآن مجید میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ (المائدہ:٦٦) ''اگر لوگ تورات وانجیل اور قرآن مجید پر عمل کرنا شروع کر دیں یعنی قرآن مجید کو اپنی زندگی میں قائم کر دیں اور زندگی اس کے سانچے میں ڈھال لیں، تو اپنے سروں کے اوپر سے بھی نعمتیں کھائیں گے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی نعمتیں یعنی اللہ تعالیٰ امن کی نعمت، اطمینان کی نعمت، صحت کی نعمت، غلبے کی نعمت، حکومت کی نعمت، قوت کی نعمت اور پیداوار کی نعمت، آسمان سے بھی برسائے گا اور زمین سے بھی اُبالے گا، اور اگر قرآن کے ساتھ یہی سلوک رہے گا تو جو ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے اُس سے بھی بدتر حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو توفیقِ عمل نصیب فرمائے اور جو ہمارے بچے بڑی محنت کر کے، بڑے ایثار وقربانی سے حافظ بنے ہیں اللہ پاک ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، دارین کی سعادت کا سبب بنائے، ماں باپ اور اہلِ خاندان کی سربلندی کا سبب بنائے۔ آمین

## حفاظِ قرآن کی قربانیاں اور ان کا انعام

مدرسے میں چھوٹے چھوٹے بچے کئی کئی برس پڑے رہتے ہیں، کسی کو ان کا حال کیا ہے پتہ نہیں چلتا، ان کو ماں کی یاد آتی ہے کبھی دل میں رو لیتے ہیں، کبھی آنکھ سے بھی انسو نکل جاتے ہیں، کبھی ان کو کھانا کھایا نہیں جاتا اور کوئی ماں نہیں ہوتی، کبھی ان کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے کوئی بہن نہیں ہوتی، کبھی ان کا جی کھیلنے کو چاہتا ہے اور نگراں کو ڈسپلن کا پابند کرتا ہے، ان کا حال کیا ہوتا ہے؟ کس کس طرح یہ معصوم مدرسوں میں ان مرحلوں سے گزرتے چلے جاتے ہیں، برسوں کی ان قربانیوں کے بعد ایثار کے بعد تکلیفیں اٹھانے کے بعد ارمانوں کا خون کرنے کے بعد اللہ ان کے سینے میں اپنا قرآن مکمل محفوظ کر دیتا ہے پھر اپنے 99 اسماء گرامی میں سے ایک نام ''الحافظ'' ان کے سر پہ رکھ دیتا ہے اور انہیں یہ عزت دیتا ہے کہ میرا نام لے لو، تمہیں مدرسے والے کچھ بھی دیتے ہوں گے لیکن میں اپنا نام تم کو دے رہا ہوں، تمہیں حافظ قرآن کہا جائے گا اور قیامت تک تمہارے لیے عزت ہوگی، آج ہم نے تو یہاں بچوں کا تھوڑا سا اکرام کیا ہے، نئے کپڑے پہنا کے بٹھا دیے، قیامت کے دن اللہ محشر میں حافظوں کو مستقل بلائے گا، قرآن ان کے سینے میں لٹک کر آئے گا تو قرآن ان کی شفاعت کرے گا، اور اللہ فرشتوں سے فرمائیں گے جنت میں سے عزت کا جوڑا لا کر پہناؤ تو ایک عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا، اللہ فرمائے گا سر پہ عزت

کا تاج رکھو، سولا کے رکھا جائے گا۔اور حضور علیہ السلام نے تو اُس اجر اور اس فضیلت کو والدین کے حوالے سے بیان کیا کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن میں تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی ،ان کا مقام بتا کر پھر فرمایا: اب سوچو کہ خود حافظ کا کیا احترام ہوگا؟ یعنی بتلایا نہیں کہ کیا انعام ملے گا بہت بڑا اکرام وانعام حافظوں کو اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔

میری بہنو اور بھائیو! جن کے بچے حافظ بنے یا بن رہے ہیں، آپ خود بھی اُنہیں عزت دو، کیوں کہ اللہ اپنے کلام کی حافظوں کو خود عزت دیتا ہے، جب اللہ عزت دیتا ہے تو ماں باپ کو بھی ان کو عزت دینا چاہیے، احترام کرنا چاہیے، ان کو محبت کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ میرا بچہ حافظ قرآن ہے اور ان کی اچھی تربیت کرو، اچھا علم دو، اچھے اخلاق سکھاؤ تا کہ وہ قرآن کا نمائندہ بنے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام حفاظ کرام کو قبول فرمائے، ان کے سرپرستوں کے لیے والدین کے لیے محلے والوں کے لیے خاندان کے لیے خیر و برکت کا وسیلہ بنائے، اور جو کچھ وعدے اللہ نے فرمائے اور اس کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تک پہنچائے وہ سارے وعدے ان کو بھی ان کے خاندان کو بھی اور ان کے والدین کو بھی میسر آئیں، اللہ تعالیٰ ان کے حق میں ہماری نیک تمناؤں اور ہماری ان دعاؤں کو شرف قبول عطا فرمائے۔آمین

**وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین**

---

(بقیہ صفحہ ۳۶ سے)

**خلاصۂ کلام:** مختصر یہ کہ ہمیں دعوت افطار کے حوالے سے اپنا احتساب کرنے اور اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ محض ایک مسنون و مستحسن کام کے لیے ہم کس قدر منکرات کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ کتنی سنتوں کو پامال کر رہے ہیں؟ اور کتنے فرائض بے دریغ چھوڑ رہے ہیں؟ خدا کرے کہ ہم مروجہ افطار پارٹیوں کا اہتمام کرنے اور بے روزہ دار متمول افراد کو رسماً کھلانے کے بجائے مستحق اور ضرورت مند لوگوں تک اپنا تعاون پہونچائیں، ان کی بے لوث خدمت کریں، ان سے دعائیں لیں! اس طرح دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے والے ہوجائیں۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

گوشۂ خواتین

# اسلام کی باکمال خواتین

## (حضرت کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا والدۂ محترمہ حضرت سعد بن معاذؓ)

از: مولانا مفتی رفیع حنیف قاسمی*

**نام ونسب:** یہ عظیم المرتبت، جلیل القدر صحابیٔ رسول قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں، بڑی صابرہ وشاکرہ خاتون تھیں، اسلام کی خاطر بڑی قربانیاں پیش کیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نام کبشہ، والد کا نام رافع بن عبید تھا، قبیلہ ''خدرہ'' سے تعلق رکھتی ہیں، جو قبیلۂ خزرج کی ایک شاخ تھی۔ ان کا نسب اس طرح ہے: کبشہ بنت رافع بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن الأبجر، ان کی والدہ کا نسب اس طرح ہے: ام ربیع بنت مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ (اسد الغابۃ، کبشہ بنت رافع، ۲۴۸/۶، دار الفکر، بیروت، الاستیعاب، ام سعد الأنصاریہ، ۱۹۳۸/۴، دار الجیل، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲م)

**نکاح:** ان کا نکاح معاذ بن نعمان بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل سے ہوا، جن سے ان کی یہ اولاد ہوئی، سعد بن معاذؓ، عمرو بن معاذؓ، ایاس، اُوس، عقرب اور ام حزام۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ،، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۵ھ)

**قبول اسلام:** سابقین اور اولین مسلمانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، علامہ ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت کبشہؓ قبیلہ انصار کے اولین اسلام قبول کرنے والیوں میں شمار ہوتی ہیں، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ بنا کر مدینہ منورہ بھیجا اور مدینہ منورہ میں ہر سو اسلام کا چرچا ہونے لگا، اسلام کی دعوت انصار کے ہر ہر گھر پہنچنے لگی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے، تو انہیں میں بنو عبد الاشہل کا بھی گھرانہ تھا، چنانچہ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے اپنی قوم بنو عبد الاشہل کے سامنے ببانگ دہل یہ اعلان کروایا:

اے بنو عبد الاشہل! ہماری رائے تمہارے پاس کتنی اہمیت رکھتی ہے، انہوں نے جواب دیا، آپ لوگ

---

* استاذ فقہ وادب: ادارہ کہف الایمان ٹرسٹ، بورہ بنڈہ، حیدرآباد

ہمارے سردار ہیں، ہم میں فضل ورتبہ اور ذی رائے شمار ہوتے ہیں، اس وقت حضرت سعدؓ نے کہا: تمہارے مرد وعورت سے میری گفتگو اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تم اسلام قبول نہ کرلو، پھر اس کے بعد بنوعبدالاشہل کا کوئی مرد یا کوئی عورت ایسی نہ رہی جنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو، بلکہ حضرت ام سعد حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں، بلکہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبلغ اور سفیر حضرت مصعبؓ کا ٹھکانہ اور مسکن بھی انہیں کا گھر بن گیا۔" فو الله ما أمسى فى دار بنى عبد الا شهل رجل و لا امرأة إلا مسلما و مسلمة"۔

(سير أعلام النبلاء للذہبی، ذكر مبدأ خبر الأنصار والعقبة الأولى: ۳۰۰/۱، دار الحديث، القاہرة)

بلکہ علامہ ابن الجوزی نے" صفوة الصفوة "میں نقل کیا ہے:" إن أول دار أسلمت من دور الأنصار دار بنی عبد الأشهل، فاكرم بهاأمن دار "(صفوة الصفوة: ۱/۱۷۱)۔

انصار کے جس گھرانے نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ گھرانہ بنوعبدالأشہل کا گھرانہ تھا، یہ گھرانہ بڑے ہی فضل وشرف کا حامل گھرانہ تھا۔

بلکہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:" أول من بايع النبی ﷺ أم سعد بن معاذ، وهى كبشه بنت رافع بن عبيد، وأم عامر بنت يزيد بن السكن، وليلى بنت الخطيم"

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ، لیلی بنت رافع بن عمر: ۸/ ۳۰۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

انصار میں سے جن خواتین نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ان میں ام سعد بن معاذ کبشہ بنت رافع بن عبید، ام عامر بنت یزید بن سکن اور لیلی بنت الخطیم رضی اللہ عنھن شامل ہیں۔

بلکہ حضرت ام کبشہؓ کے ساتھ ان کی دونوں بہنوں فارعہ یا فریعہ بنت رافع اور سعاد بنت رافع جو کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہوتی ہیں؛ وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔

## دوشہیدوں کی ماں

ام کبشہ رضی اللہ عنہا نہایت فضائل ومناقب کی حامل خاتون تھیں، ان کی ایمانی مواقف کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کی بڑی قدرو اہمیت تھی، چنانچہ انہوں نے اپنے دو بیٹے اللہ کی راہ میں قربان کردیئے۔ خود بھی بنفس نفیس دیگر خواتین کے ساتھ غزوۂ احد کے موقع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال دریافت کرنے کی غرض سے آئیں، جب انہیں یہ پتہ چلا کہ موقع احد پر جنگ میں کئی ایک مسلمان شہید ہوئے ہیں اور ان شہداء کی فہرست میں ان کے فرزند ارجمند حضرت عمرو بن معاذؓ بھی شامل ہیں۔

لیکن ان صحابیہؓ نے صبر وشکیب کا دامن تھامے رکھا، بس فکر تھی تو اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی سلامتی کی، نہایت تیزی کے ساتھ میدانِ جنگ پہنچی اور رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا تو فرمانے لگیں: ''أما أذا رأيتک سالما فقد أشوت ''(أی ھانت) المصيبة''۔(إمتاع الأسماع:۱/۱۷۵،دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى:۱۴۲۰ه،۱۹۹۹م)

پھر اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں فرزند ارجمند کی شہادت کی اطلاع اور تعزیت پیش کی۔

اسی طرح غزوۂ خندق (احزاب) کے موقع سے جب کہ مسلمانوں پر سخت احوال درپیش تھے، حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت کبشہؓ کو بڑی مودت ومحبت حاصل تھی، ایک دفعہ اسی غزوہ کے موقع سے بنوحارثہ کے قلعہ کے قریب جہاں عورتیں اور بچے موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محو گفتگو تھی کہ اپنے فرزند سعد بن معاذؓ کو ''رجز'' پڑھتے ہوئے ان کے سامنے سے گذرتے دیکھا تو کہنے لگیں: ''الحق يا بنى، فقد تأخرت'' ۔(الاصابة فى تمييز الصحابة، سعدبن معاذ: ۳/۷۱،دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى:۱۴۱۵ه)

اسی غزوہ میں حضرت سعدؓ کو کاری زخم لگا، جس سے وہ جانبر نہ ہوسکے، بنی قریظہ کے حوالہ سے فیصلہ کردینے کے چند روز بعد جان جانِ آفریں کے حوالہ کردیں اور جام شہادت نوش کرلیا، حضرت کبشہ کو اپنے سعادت منداور نیک بخت بیٹے کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا، بڑی شاعرہ خاتون تھی، شاعری پر بڑا عبور اور درک حاصل تھا، ان کی یاد میں رورو کر بہت سے ماتمی اشعار کہے

**ويلُ أم سعدٍ سعدا          حزامةً و جِدّا**

ان اشعار میں اپنے بیٹے کی جرات وہمت اور نیک بختی اور خوش نصیبی کے حوالہ سے خوب تعریف کی، حضور اکرم ﷺ نے اشعار سنے تو فرمایا: ''كلّ نائحة تكذب إلا نائحة سعد''۔

(اسد الغابۃ، کبشۃ بنت رافع:۶/۲۴۸، دارالفکر، بیروت)

جتنی رونی والی عورتیں ہوتی ہیں سب جھوٹی ہوتیں ہیں، لیکن ام سعدؓ سچ کہتی ہیں۔

## وفات:

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات کے بعد طویل عرصہ حیات رہیں، سن ۴۶، یا ۴۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(رضی اللہ عنہا)

گوشۂ خواتین

# خواتین سے متعلق کچھ اہم مسائلِ تراویح

از: مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

ابھی کچھ دن قبل رمضان المبارک کا آغاز ہوا ہے، جس کی مخصوص عبادتوں میں سے ایک اہم عبادت نمازِ تراویح ہے جس کی فضیلت کے لئے بس یہ ایک حدیث ہی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۱۳۷۱) جس نے ایمان اور ثواب کی امید پر رمضان میں قیام کیا یعنی تراویح کی نماز پڑھی تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حکم: تراویح جس طرح مردوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی سنت مؤکدہ ہے؛ حضرات فقہاء نے لکھا ہے: التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال و النساء اجماعا (ردالمحتار ۲/ ۴۳)

## عورتوں کی تراویح سے متعلق کچھ ضروری مسائل

(۱) عورتیں تراویح کہاں پڑھیں؟ آج کل بہت سی مساجد میں عورتوں کے لیے تراویح کا انتظام کیا جارہا ہے؛ تاکہ محلہ کی خواتین بھی قرآن پاک مکمل سن لیں؛ مگر یہ رواج علمائے حنفیہ کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، نیز احادیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے لیے مسجد کے بہ جائے ان کے گھر کو افضل قرار دیا ہے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی نماز گھر کے اندر (دالان) میں افضل ہے، اُس کی اُس نماز سے جو صحن میں ہو اور اس کی نماز، اندر کی کوٹھری میں بہتر ہے، اس کی اس نماز سے، جو دالان میں ہو۔ (ابوداؤد، ۸۵ / رقم ۵۷۰) نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لیے اپنے گھر سے بہتر نماز کی کوئی جگہ نہیں، مگر حج وعمرے میں کہ اُس وقت مسجد میں پڑھنا بہتر ہے سوائے اس عورت کے جو بوڑھی ہو، تو وہ (عام) مسجد میں پڑھ سکتی ہے۔ (مجمع الزوائد، ۲/ ۱۵۶)

---

* مدرس ادارہ اشرف العلوم، حیدرآباد

یہ اس دور کی بات ہے، جب کہ عورتوں میں شرم وحیا، پردے وحجاب کا کامل اہتمام تھا، پھر اس کے بعد شرم وحیا کی کمی اور اب تو پردے میں بھی کوتاہی حد سے آگے بڑھ چکی ہے، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیا تھا؛ چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے (جو مزاج شناسِ رسول تھیں) فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے، جو عورتوں نے (بے پردگی وغیرہ کی) پیدا کر لی ہیں، تو مسجد میں آنے سے ان کو ضرور منع فرمادیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم، نمبر حدیث، ۴۴۵)

جب حضرت عائشہ نے اپنے دور کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے، تو غور کریں کہ موجودہ حالات کے تناظر میں ان کا کیا فتویٰ ہوتا؟ اسی بنا پر فقہائے حنفیہ نے مطلقاً عورتوں کو مسجد آنے سے منع کر دیا کہ وہ مسجد نہ آئیں؛ بلکہ گھر ہی میں ''الم تر'' سے پڑھ لیں؛ جیسا کہ فقہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے؛ البتہ بوڑھی عورت کو اجازت دی ہے۔ (ہدایہ: ۱/ ۳۷۴) معلوم ہوا کہ عورتوں کو گھر میں ہی تراویح پڑھنا چاہئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، ص: ۹۹)

(۲) عورتوں کا مسجد جا کر نمازِ تراویح پڑھنے کا شرعی حکم: عورتوں کا مسجد میں جا کر پانچ وقت کی نماز اور تراویح کی جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ اور تیس دن تک آمد ورفت کا ایک ہی راستہ مخصوص اوقات میں، خطرات سے خالی نہیں ہے۔ (الدر مع الرد، ۱/ ۵۶۵)

(۳) عورتوں کا گھروں میں جا کر تراویح کی جماعت میں شریک ہونا؛ اگر تراویح پڑھانے والا غیر محرم ہو تو صرف غیر محرم عورتوں کا اس نماز میں شریک ہونا مکروہ ہے، ہاں! اگر گھر کے محرم مرد بھی شامل ہوں یا پڑھانے والے کی کوئی محرم عورت ہو؛ مثلاً پڑھانے والے امام کی ماں یا اس کی بہن بھی نماز پڑھ رہی ہے تو ایسی صورت میں غیر محرم عورتوں کا پردہ میں رہ کر شریک ہونا درست ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے: تکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره و لا محرم منه کأخته أو زوجته أو أمته أما اذا کان معهن واحد ممن ذکر أو امهن فی المسجد لا یکره (بحر: ۱/ ۵۶۶)

(۴) عورتوں کا نمازِ تراویح کی امامت کرنا؛ عورتوں کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ تنہا تراویح کی نماز پڑھ لیں، اگر کہیں گھر میں جماعت ہو رہی ہے تو جماعت میں بھی شریک تو ہو سکتی ہیں، لیکن امامت کرنا درست نہیں ہے۔

(۵) حافظہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا؛ کوئی حافظہ خاتون ہے وہ اپنے گھر کے مرد وعورت کی امامت کرے تو یہ ناجائز ہے؛ اس لیے کہ عورتیں مردوں کی امامت نہیں کر سکتی ہیں، خیر القرون میں اس کی کوئی مثال

نہیں ہے؛ حضرات صحابیات میں بعض صحابیات علمی و عملی اعتبار سے نہایت بلند مقام کی حامل تھیں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرات صحابۂ کرامؓ بھی مشکل مسائل میں انہی سے رجوع کیا کرتے تھے لیکن حضرت عائشہؓ ہو یا کسی اور صحابیہؓ کوئی ایک واقعہ بھی ایسا مذکور نہیں ہے کہ عورتوں نے مردوں کی امامت کی ہو۔ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخروهن من حيث اخرهن الله عورتوں کو پیچھے رکھو جیسے اللہ نے ان کو پیچھے رکھا ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی ممانعت کا ہے: عن علی رضی اللہ عنہ أنه قال لا تؤم المرأة۔ (اعلاء السنن: ۴/ ۲۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت) اس لیے عورتوں کے لیے مردوں کی امامت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

(۶) حافظہ خواتین کا عام خواتین کی امامت کرنا؛ اگر چند حافظِ قرآن عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ تراویح کی نماز میں قرآن مجید اپنی جماعت سے ختم کریں، یعنی ان میں سے ایک امام بن جائے، اور باقی مقتدی بنیں تو مکروہ ہے؛ خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی، سب میں عورتوں کا امام ہونا عورتوں کے لیے مکروہ ہے۔

(ھندیہ، ۱/ ۸۵، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الصلاۃ)

البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت حافظہ ہے، اور بھولنے کا اندیشہ ہے، تو تراویح کی جماعت کی گنجائش ہے، لیکن یہ گنجائش عام عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ للکنوی علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ، ۱/ ۳۷، ۴۷ کتاب الصلاۃ) جو صورت جواز کی ہے وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ لکھتے ہیں:

(الف) آج کل حافظہ عورتوں کے بارے میں اگر اتنی بڑی جماعت کی امامت ہو جس میں آواز، معتاد آواز سے زائد ہو، تمام قیود و شرائط کے باوجود مکروہ تحریمی اور ناجائز رہے گی۔

(ب) اگر ماہ رمضان میں حافظہ قرآن عورتوں کی چھوٹی جماعت جس میں آواز پست ہو اور تمام قیود و شرائط پائی جائیں اور عورت صف سے صرف چار انگل آگے رہے تو **الامور بمقاصدها** کے تحت یہ فعل جائز رہے گا۔

(ج) اگر ماہ رمضان مبارک میں صرف دو دو تین تین عورتوں کی جماعت جو محض بہ نیتِ حفظ قرآن پاک اور بطور دور ہو، اور قیود و شرائط کے موافق اور مکانِ محفوظ کے اندر ہو، جس میں آواز، اپنی معتاد آواز سے زائد نہ رہے تو بلا شبہ جائز رہے گی؛ بلکہ "**الامور بمقاصدها**" کے تحت مستحسن بھی ہو سکتی ہے۔ (نظام الفتاویٰ ۶/ ۷۶)

اصلاحی مضامین

# تراویح پڑھانے والے حفاظ، علماء کے لئے اہم ہدایات!

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند
جمع وترتیب: مولانا محمد عمر قاسمی کاماریڈی*

رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن پاک کے ساتھ اور قرآن پاک کو رمضان المبارک کے ساتھ خاص مناسبت حاصل ہے، اللہ جل شانہ نے قرآن پاک کے اندر رمضان المبارک کی عظمت کو بیان کرنے اور رمضان کا تعارف کرانے کے لیے قرآن پاک کا حوالہ دیا اور قرآن پاک کی عظمت کو بتانے کے لیے رمضان المبارک کا حوالہ دیا؛ چناں چہ فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۵)

ترجمہ: "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"، اس سے رمضان کے مہینہ کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل کرنے کے لیے اللہ جل شانہٗ نے اس مہینہ کا انتخاب فرمایا، دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر:۱)

ترجمہ: "ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا" یعنی شبِ قدر کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے یہ حوالہ دیا گیا کہ اس رات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمانے کے لیے انتخاب کیا؛ یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں ایک خاص عبادت قرآن پاک کے تعلق سے مشروع قرار دی گئی، اس کو" نمازِ تراویح " کہتے ہیں، جس میں دوسنتوں کی ادائیگی کی جاتی ہے: (۱) ۲۰ رکعات تراویح باجماعت ادا کرنا۔(۲) تراویح کے اندر ایک مرتبہ مکمل قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

یہ دو مستقل سنتیں ہیں، پورا مہینہ (رمضان المبارک کا چاند ہوجانے سے لے کر عید کی چاند رات سے پہلے تک ) ہر رات میں ۲۰ رکعات تراویح باجماعت ادا کرنا یہ ایک مستقل سنت ہے، اور تراویح میں پورے قرآن پاک کا پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنت ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سنت کی ادائیگی سے دوسری سنت کی چھٹی نہیں ہوجاتی، اس لیے بہت سے لوگ جو چند روز میں قرآن پاک مکمل کر کے اپنے کو آزاد سمجھ لیتے ہیں؛ یہ غلط (بات) ہے، قرآن مکمل ہو گیا ایک سنت ادا ہوگئی؛ لیکن پورے قرآن پاک کو پورے رمضان تراویح پڑھنے کی سنت

* فاضل دارالعلوم دیوبند

بہ ہر حال باقی ہے؛ چاہے حافظ ہو کہ غیر حافظ۔

## ائمۂ تراویح کے لیے چند قابل توجہ امور

قرآن پاک کے پڑھنے کے کچھ آداب ہیں؛ چناں چہ (۱) سب سے پہلی بات: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (مزمل: ۴) ترجمہ: ”قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو“

ہمارے ماحول میں الحمدللہ قرآن پاک کے پڑھنے پڑھانے کا جو معمول ہے، خاص طور پہ جامع اسلامیہ میں حضرت حافظ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے تا حال یہ ہے کہ نورانی قاعدہ پڑھا کر حفظ کا آغاز کرایا جاتا ہے، اور تجوید کی رعایت کے ساتھ قرآن یاد کرایا جاتا ہے، پہلے (دور میں) یہ دو چیزیں الگ الگ ہوا کرتی تھی، حفظ کا ایک عمل ہوتا تھا، جیسے تیسے قرآن پاک کو یاد کرلیا اور پھر تجوید و قرأت کو مستقل ایک فن کے طور پر سیکھا جاتا تھا؛ لیکن اب ابتدا سے قرآن پاک کی تصحیح کی جاتی ہے، جس طرح سبق سناتے وقت اور یاد کرتے وقت قرآن پاک کو تجوید کی رعایت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں، تراویح میں بھی اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے، رفتار تیز ہو؛ لیکن حروف کی ادائیگی صحیح ہونی چاہیے، صفاتِ لازمہ کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے، غنّہ اور مد وغیرہ کو ترک نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح وقف کی جو آیتیں آتی ہیں، جس میں کم سے کم ایک ”واؤ“ یا ایک ”یا“ کی ادائیگی ضروری ہے، ”عَالَمِیْنَ“ ”یَعْلَمُوْنَ“ ”تَعْلَمُوْنَ“ کو اس طرح پڑھ کے ختم کرتے کہ ”یَعْلَمُنَ“ ”تَعْلَمُنَ“ ”عَالَمِنَ“ اس میں ”یا“ اور ”واؤ“ کی ادائیگی نہیں ہوتی، اسی طرح جہاں الف کا مد ہے ”قٓ“ اسی طریقہ سے ”مَآبِ“ ایک الف کی ادائیگی کم سے کم ضروری ہے، مد کے تین درجے ہیں: ”مدِ قصر“، ”مدِ توسط“، اور ”مدِ طول“ (ان میں) کم سے کم درجہ یہ کہ جو مد لازم ہے؛ یعنی ایک الف کی ادائیگی ضروری ہے، اگر اتنا نہیں کریں گے تو قرآن پاک ناقص رہے گا، حفاظ کرام اس سلسلہ میں بہت غفلت کرتے ہیں؛ یعنی آیات کے اختتام پر مد کی ادائیگی نہیں ہوتی، ”یَعْلَمُنَ“ ”تَعْلَمُنَ“ ”عَالَمِنَ“ پڑھا جاتا ہے، ”عَالَمِیْنَ“ نہیں پڑھتے، تَعْلَمُوْنَ نہیں پڑھتے، اس کا خیال ہونا چاہیے۔

(۲) اسی طریقہ سے اتنی تیز رفتاری سے پڑھنا کہ حروف کی صحیح ادائیگی نہ ہو تو یہ قرآن کے ساتھ زیادتی ہے؛ ”قرآن“ نماز میں پڑھا جائے؛ تراویح میں ہو، فرض میں ہو، رفتار میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے؛ لیکن اتنی تیزی کے ساتھ پڑھنا کہ حروف کی ادائیگی ہی نہ ہو پائے تو یہ غلط ہے، اور ایسے ہی پڑھنے کے بارے میں کہا گیا ہے: کہ کچھ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے؛ اس لیے حفاظ کرام اس کا خیال رکھیں۔

(۳) تیسری چیز یہ ہے کہ قرآن پاک کو صرف رمضان المبارک کا مشغلہ نہ بنائے، (اس وقت تو خیر

رمضان المبارک ہے ) قرآن کا دَور اور اس کی تلاوت پورے سال اس طریقہ سے ہونا چاہیے کہ رمضان المبارک کے لیے کوئی الگ سے اہتمام نہ کرنا پڑے؛ پورے سال یکساں قرآن یاد رہنا چاہیے، ہمارے پرانے حفاظ کرام کا یہی حال تھا، بہت سے قصے اور واقعات سنے ہیں کہ حفظ کرنے کے بعد مدت تک تراویح پڑھانے کا موقع نہیں ملا؛ لیکن اچانک کھڑا کر دیا گیا تو پارے کے پارے پڑھتے چلے گئے، کہیں کوئی تشابہ تک نہیں لگا، ہم نے حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ بوڑھے ہو چکے تھے، کمزور تھے، بیمار رہتے تھے، دیوبند میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی خانقاہ میں آئے، (ہم بھی اپنی تراویح ختم کر کے آئے تھے،) تو ساتھیوں نے طئے کیا کہ آج حضرت سے تراویح پڑھوائی جائے گی؛ لیکن حضرت سے نہیں کہا گیا کہ آپ کو پڑھانی ہے (کیوں کہ) حضرت انکار کر دیتے تھے؛ لیکن حافظ سے کہہ دیا کہ آج تراویح کے لیے آگے مت بڑھنا؛ چناں چہ عشاء کی نماز ہوگئی، سنت پڑھ لی گئی، تراویح پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر کوئی نہیں گیا، مولانا بالکل پیچھے کھڑے تھے، وہ سنت پڑھ کر کھڑے ہوئے، کان تک ہاتھ اٹھا کے کھڑے ہوئے؛ (لیکن) اللہ اکبر کی آواز نہیں آرہی، پوچھا: کیا بات ہے؟ بھائی! حضرت آج آپ تراویح پڑھائیں گے، (حضرت نے فرمایا) ارے بھائی! بہت تھکا ہوا ہوں، (حاضرین نے اصرار کیا کہ) حضرت! پڑھا دیجیے کہ جتنی بشاشت ہو، پس مصلیٰ پر آگئے، پوچھا کہ کہاں سے پڑھنا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں پارہ سے، (تکبیر کہی) "اللہ اکبر" اور اس کے بعد کئی پارے مسلسل پڑھے چند رکعات میں، اس کے بعد صاحب زادہ سے کہا: حبیب! تو آجا!

حالاں کہ مولانا صدیق صاحبؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ جن کو رات دن میں ایک منٹ کی فرصت نہیں ملتی تھی ،تعویذ والے آتے ہیں، دعا کرانے والے آتے ہیں، مدرسہ کے معاملات ہیں؛ لیکن قرآن پاک کا شغف تھا۔

میں نے (ابتدا میں) قرآن پاک کی ایک آیت اور ایک حدیث پڑھی ،قرآن پاک کی تو وہی آیت کہ جس کا میں نے ترجمہ کیا: کہ "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے قرآن نازل فرمایا" پس اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "قرآن کی نگرانی اور خبر لیتے رہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ قرآن جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے" (بخاری: ۵۰۳۳) یعنی جانور کو باندھ دو، تو کوشش میں رہے گا کہ کسی طرح رسی چھوٹے اور میں بھاگو، اس سے زیادہ تیزی سے قرآن سینے سے نکل جاتا ہے، اس لیے نگرانی کرتے رہو، اگر مطمئن ہو کے بیٹھ جاؤ گے تو قرآن سینے سے نکل جائے گا؛ اس لئے کہ "قرآن" اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات مستغنی بھی ہے غیور بھی، پس ہم محتاج بن کر قرآن کے ساتھ جڑیں گے تو ہمارے سینے میں محفوظ رہے گا، اور ذرا

سی بے نیازی برتیں گے تو اللہ کی غیرت اس کو برداشت نہیں کرے گی، اور یہ دولت چھین لی جائے گی۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ حفاظ کرام کو امامت کرنی ہوتی ہے، امام کی کچھ صفات ہوتی ہیں، ان صفات کو بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہے، ایسا نہیں ہے کہ تراویح کے امام کی اور صفات ہو، اور پنج گانہ امام کے لیے کچھ اور صفات ہو، "امامت" بہ ہر حال نماز کا ایک بہت اہم منصب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الْإِمَامُ ضَامِنٌ، وَالمؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ (امام تمام نمازیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے) سب کی نماز اس کی نماز کے اندر رہتی ہے، امام کی نماز اگر فاسد ہوگی تو سب کی نماز فاسد ہوگی، امام کی نماز کمزور ہوگی تو سب کی نماز کمزور ہوگی؛ کیوں کہ پوری جماعت کی نماز ایک نماز ہے، اس لیے حافظ کو قرآن پاک یاد کرنے کے ساتھ ساتھ پورے سال نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت اہتمام کے ساتھ ادا کرنا چاہیے؛ نیز ایسے تمام کام سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے کہ جو آدمی کی ثقاہت، عدالت اور اس کی نیکی کے اوپر دھبہ ڈال دیں، آج کل موبائل کا زمانہ عام ہو گیا ہے، موبائل میں فلمیں رہتی ہیں، ویڈیوز رہتی ہیں، پتہ نہیں کیا کیا غلاظتیں بھری ہوتی ہیں، اور ہر ایک کے ہاتھ میں بڑے سائز کا موبائل رکھا ہوا ہے، بیٹھ کے اس کو دیکھ رہے ہیں، فلمیں دیکھ رہے ہیں، اگر کوئی کھلے ہوئے فلم دیکھ رہا ہو سنیما گھر میں یا ٹی وی پر، ایسے شخص کو امام بنائیں گے؟ ہر کوئی کہے گا کہ یہ امامت کے لائق نہیں ہے کہ یہ تو فلمیں دیکھتا ہے، تو اگر وہ تنہائی میں بیٹھ کر فلمیں دیکھ رہا ہے تو امامت کے لائق ہوگا وہ؟ اس کو کوئی نہیں جانتا؛ لیکن وہ خود تو جانتا ہے، اس لیے جب اللہ نے اتنی بڑی دولت عطا فرمائی، قرآن کی دولت دی ہے، تو قرآن کی عظمت کا بھی خیال کریں، یہ نگاہ جس سے قرآن پاک کو دیکھا ہے، یہ زبان جس سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اس کو پاک صاف رکھیں، نمازوں کا اہتمام کریں، گندے الفاظ زبان پر نہ آئیں، گالی زبان پر نہ آئیں، جھوٹ نہ بولیں، فحش قسم کا مذاق نہ کریں، نگاہوں کی حفاظت کریں، جماعت کا اہتمام کریں، قرآن کی حفاظت کے لیے جیسے اساتذہ اور ذمہ دار ترتیب بنائیں دَور کو پابندی کے ساتھ کرتے رہیں، اپنی تراویح مکمل ہونے کے پہلے بھی اور تراویح مکمل ہونے کے بعد بھی دَور کا اہتمام ہونا چاہیے، جیسی جوڑی بنادی جائے اس کے اعتبار سے، اور اس میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے، ایک تو خود اپنا قرآن محفوظ اور مضبوط ہوگا، دوسرے یہ کہ جس ساتھی کے ساتھ جوڑ کریں گے اس کے معاون اور مددگار بنیں گے، اس میں کسی طرح کی سستی اور ڈھیل نہیں ہونی چاہیے۔

(۵) رمضان شریف کے تعلق سے میں نے کہا: کہ امامت کی ذمہ داری بھی ہے اور حافظ ہونے کی بھی ذمہ داری ہے، اس لیے پانچوں وقت کی نماز؛ فجر سمیت باجماعت مسجد کے اندر ادا کرنا چاہیے، نماز میں تعدیلِ ارکان کا بھی خیال رکھیں، رکوع سجدہ اتنا تیز نہ کریں کہ نماز ناقص ہو جائے، بہت مشہور روایت ہے کہ ایک صحابیؓ

مسجد میں آئے ، رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ، ایک کنارے کھڑے ہوئے ، جلدی جلدی دو رکعت نماز ادا کی ، آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ " جاؤ ، پھر سے نماز پڑھو ، تم نے نماز نہیں پڑھی " ، وہ گئے پھر انہوں نے اسی طرح نماز پڑھی ، پھر آئے تو آپ ﷺ نے جواب دیا: فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ جاؤ پھر سے نماز پڑھو ، تم نے نماز نہیں پڑھی ، انہوں نے کہا: کہ یا رسول اللہ! میں تو ایسے ہی جانتا ہوں ، تب آپ ﷺ نے ان کو نماز کا طریقہ بتایا کہ جب کھڑے ہو تو اطمینان سے کھڑے ہو ، قیام اطمینان سے کرو ، قرأت اطمینان سے کرو ، رکوع اطمینان سے کرو ، رکوع سے اٹھ کے سیدھے اطمینان سے کھڑے ہو ، سجدہ اطمینان سے کرو ؛ یعنی سب کچھ تھا ؛ لیکن نماز میں اطمینان نہیں تھا ، اعتدال نہیں ، اعتدال بہت ضروری ہے ، نماز تراویح ہو یا پنج گانہ نماز ، چاہے سنت ہو یا نفل ہو ، اتنا اعتدال ضروری ہے کہ جس سے نماز صحیح ہوجائے ، تہجد وغیرہ میں تو آدمی لمبے لمبے قیام کرتا ہے ، لمبا رکوع سجدہ کرتا ہے ، تراویح میں اتنا لمبا نہیں کرسکتا ؛ لیکن کم سے کم رکوع کے اندر اطمینان سے تین مرتبہ " سبحان ربی العظیم " اور سجدے میں تین مرتبہ " سبحان ربی الاعلیٰ " پورا ہوجانا چاہیے ، اسی طرح التحیات کے اندر بھی پورا ہونا چاہیے ، التحیات اور درود شریف پورا ہو ، چاہے دعا لمبی نہ پڑھ کر مختصر پڑھ لیں ؛ مثلاً اگر رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:۲۰۱) بھی پڑھ لیں گے ، رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (المؤمنون:۱۱۸) بھی پڑھ لیں گے ، اور رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (ابراہیم:۴۰) اور اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ پڑھ لیں تو درودِ شریف کے بعد کی دعا میں بڑی گنجائش ہے ؛ لیکن کوئی نہ کوئی دعا ہونی چاہیے ، اسی طرح عام طور پر حفاظ کرام دعائے ثنا چھوڑ دیتے ہیں ، اللہ اکبر ، الحمدللہ رب العالمین سب ملا کر ۱۰ ترویحے میں اگر ایک ایک منٹ بھی لگے گا تو ۱۰ منٹ کا اضافہ ہوگا ، اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ سونا ہی تو ہے ، یاد رکھیں کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے لیے نماز کی جو سنتیں ہیں ، ان کو تو ادا کریں ، دعائے ثنا کا پڑھنا سنت ہے ، ایک سنت چھوڑیں گے تو نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ میں یہ نہیں کہتا کہ بہت اطمینان سے پڑھیں کہ نمازیوں کے لیے بوجھ ہوجائے ؛ لیکن جو لازمی تعدیلِ ارکان ہیں وہ ہونا چاہیے ، رکوع میں تین مرتبہ " سبحان ربی العظیم " ہوجائے ، سجدہ میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ ہوجائے ، رکوع سے اٹھے تو اتنا کھڑے ہو کہ بالکل سیدھے ہوجائیں ، پھر سجدے میں جائیں ، سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھیں ، پھر دوسرے سجدے میں جائیں ، الغرض یہ چند چیزیں ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں ، میرے ذہن میں یہی باتیں تھی ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا فہم اور توفیقِ عمل نصیب فرمائے

اصلاحی مضامین

# دعوتِ افطار: چند اصلاح طلب پہلو

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ*

ہلالِ رمضان اپنے ساتھ رحمتوں کی بارات اور برکتوں کی سوغات لے کر طلوع ہوتا ہے، ہر طرف نور ہی نور اور فضاؤں میں عجیب سا کیف وسرور نظر آتا ہے ؛ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یکا یک سب کچھ بدل گیا ہے، چشمِ زدن میں کوئی انقلاب برپا ہوگیا ہے، ہر آن ملائکہ کا نزول، عاصیوں کے لیے غفران وقبول، آسمانوں سے انعامات کی بارشیں، زمین پر ہر لمحہ نوازشیں، نیکوکاروں کے لئے بلندئ درجات کی بشارتیں، دعاؤوں کی قبولیت بھری ساعتیں، تراویح اور تہجد کی حلاوتیں، سحری کے ایمان افروز لمحات، افطار کی بابرکت گھڑیاں، تلاوت قرآن کی چاشنی، روزہ داروں کے بارونق چہرے، مساجد میں مسلمانوں کا جم غفیر، صدقات وخیرات کے ذریعہ غربا کی امداد، اعمال کے اجروثواب میں اضافہ وازدیاد۔ غرض! ایک ماحول ہوتا ہے ؛ جس میں ہر کوئی نیکیاں کمانے، بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے اور خوشنودئ رب حاصل کرنے کی دھن میں لگا ہوتا ہے۔ انہی کارہائے خیر میں روزہ افطار کرانے کا بابرکت عمل بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، جس کی بڑی فضیلت کتب احادیث میں وارد ہوئی ہے ؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا تو اس شخص کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب روزہ دار کے لیے ہوگا، اور روزہ دار کے اپنے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (ترمذی) ایک اور روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوال کا جواب دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی اس میں خوشخبری ہے ان غریب مسلمانوں کے لیے جو باضابطہ افطار کروانے کا اہتمام نہیں کرسکتے، وہ مایوس نہ ہوں اللہ پاک کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص، ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ دار کا روزہ افطار کرادے تو یہ بھی اس کی مغفرت اور دوزخ سے آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا ؛ مگر روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (ابن خزیمہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات مبارکہ میں شک وتردد کی ادنیٰ گنجائش نہیں، واقعتاً یہ نہایت مہتم بالشان

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

عمل ہے جس سے مجال انکار نہیں؛ لیکن بات یہاں صرف کسی روزے دار کو افطار کروانے، دن بھر کے بھوکے پیاسے کو چند لقمے کھلانے اور قدرے اہتمام کے ساتھ کسی کی ضیافت کردینے کی نہیں ہے؛ بل کہ روزہ افطار کے مقدس عنوان پر ہونے والی افطار پارٹیوں کی ہے؛ جو مختلف قسم کی خرافات ورسومات کا مجموعہ بن چکی ہیں۔

زیرنظر تحریر کا مقصد مروجہ دعوت افطار میں ہونے والی بے اعتدالیوں کی طرف توجہ دلانا ہے کہ جس عمل کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باعث اجروثواب قرار دیا اب رفتہ رفتہ اس سے عبادت کا تصور عنقا ہوتا جارہا ہے، افطار پارٹی رفتہ رفتہ ایک رسم کی شکل اختیار کرچکی ہے اور ہر جگہ فیشن کے طور پر اس کو منعقد کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے، الا ماشاء اللہ۔ آیئے قرآن وسنت کی روشنی میں مروجہ افطار پارٹیوں کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ نیکی اور خیر کے نام پر کیا جانے والا یہ عمل کن کن منکرات؛ بل کہ محرمات پر مشتمل ہے۔

**شہرت ونام وری:** ریا کاری اور دکھلاوا افطار پارٹی کا اہم محرک اور سستی شہرت حاصل کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے؛ جب کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شرک سے تعبیر کیا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ کیا جانے والا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدروقیمت رکھتا ہے اور عدم اخلاص، شہرت اور ریاکاری پر مبنی بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ریاکاری انسان کے اعمال کو دنیا میں تباہ کردیتی ہے اور آخرت میں عذاب کا مستحق بناتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق قیامت والے دن سب سے پہلے جن تین لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا وہ ریاکار عالم، ریاکار سخی اور ریاکار مجاہد ہوں گے، جو اپنے اعمال کی فضیلت اور بلندی کے باوجود ریاکاری کی وجہ سے سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔ (ترمذی)

**تکلیف وایذارسانی:** افطار پارٹی کا ایک اور منکر ایذارسانی اور دوسروں کو تکلیف دینا ہے؛ چناں چہ جگہ جگہ راستے مسدود کرنا، خیمے لگانا اور ٹرافک جام کرنا تو بازاری افطار پارٹی کا اہم حصہ ہے خواہ آنے جانے والوں کو تکلیف کیوں نہ ہو، مذہب اسلام کی کردارکشی کیوں نہ ہو، قوانین کی مخالفت کیوں نہ ہو؟؟ شریعت مطہرہ نے دوسرے انسان کو اذیت اور تکلیف دینے سے منع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حدیث میں "المسلمون" کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کا واسطہ بہ کثرت مسلمانوں ہی سے پڑتا ہے، شب وروز اس کا اختلاط اور ملنا جلنا مسلمانوں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے، اس بناء پر "المسلمون" کی قید ذکر کی گئی، ورنہ کسی بھی انسان؛ بل کہ جان دار کو تکلیف دینا جائز نہیں۔ (فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم) شریعت مطہرہ نے تو ایسے موقع پر اور ایسے طریقے سے نفل عبادت کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، جہاں لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو، مثلاً قرآن کی تلاوت کرنا، عبادت اور

بہت بڑے ثواب کا کام ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص ایک جگہ پر جہاں سب لوگ سو رہے ہوں، بلند آواز سے تلاوت کرتا ہے، تو شریعت کی طرف سے اس طرح تلاوت کرنے کی اجازت نہیں؛ بلکہ اگر کوئی شخص اس طرح کرے تو یہ شخص گناہ گار ہوگا۔

**رزق کی پامالی:** افطار پارٹی کا وہ منظر بھی قابل دید ہوتا ہے جب کھانا تقسیم ہوتا ہے، اچھے خاصے پیٹ بھرے لوگ بھی کھانے پر یوں ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے کئی دن کے بھوکے ہوں، ایک ایک شخص کئی کئی افراد کا کھانا پلیٹ میں جمع کرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر کھانے کے بعد کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک دستر پر کئی کئی افراد کا کھانا بچا ہوا ہوتا ہے؛ بلکہ بہت سی پلیٹوں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا؛ اس طرح یہ صورتِ حال رزق کی بربادی کا سبب بنتی ہے؛ جب کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: کھاؤ، پیو اور حد سے مت بڑھو! بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ (الاعراف) اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ پاک فرماتے ہیں: اگر تم قدردانی کروگے اور شکر گزاری سے کام لوگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کریں گے اور اگر تم ناقدری کروگے تو یاد رکھو ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روٹی (رزق) کا احترام کرو (بیہقی)۔ ان سب تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں رزق کی بے حرمتی کتنا بڑا جرم ہے اور اس سلسلے میں بے توجہی نعمتوں کے چھن جانے کا سبب ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنے طرزِ عمل کو بدلنے کی کوشش کریں!

**اسراف اور فضول خرچی:** افطار پارٹیوں اور بالخصوص سیاسی افطار پارٹیوں میں کھانے کے تنوع، بے جا آرائش وزیبائش اور نت نئے طریقوں سے جو بے دریغ مال خرچ کیا جاتا ہے؛ اس کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد مختلف پھلوں اور غذاؤں کی بڑی مقدار کوڑے دان کی نذر کر دی جاتی ہے؛ جب کہ اس کو محتاج ومسکین افراد تک پہونچانے کا اہتمام ہو تو کئی لوگ اپنی آتش شکم بجھا سکیں، دو وقت کا کھانا انہیں میسر آجائے اور پھر ان کے دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعاء ہمارا مقدر بنا دے۔ الغرض: ایک طرف اسراف و شاہ خرچی کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل) ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف)

**مساجد کی بے حرمتی:** مساجد، اللہ کا گھر اور ملائکۂ رحمت کے مسلسل نزول کی جگہ ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساجد کو خیر البقاع (دنیا کی بہترین جگہ) قرار دیا ہے، اور اس کے تقدس کو بحال رکھنے کی بارہا تاکید فرمائی

ہے،اسی لیے چھوٹے بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا، بدبودار چیز کھا کر مسجد آنے کو مکروہ بتلایا گیا، مسجد میں دوڑنے کودنے، بیچنے،خریدنے اور دنیوی باتیں کرنے پر پابندی لگائی گئی؛ لیکن مساجد میں ہونے والی دعوت افطار میں اکثر و بیشتر مسجد کے احترام کا لحاظ نہیں رکھا جاتا،خوب شوروغل ہوتا ہے، مختلف چیزوں سے مسجد کو آلودہ کیا جاتا ہے، گالیوں اور برے القاب سے ایک دوسرے کو مخاطب کیا جاتا ہے، تصویر کشی کے ذریعہ حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہے اور بھی متعدد منکرات دیکھنے میں آتے ہیں۔

افطار پارٹیوں سے متعلق ان موٹی موٹی بے اعتدالیوں کے علاوہ فرائض میں کوتاہی،عبادات کے خشوع میں کمی، سنن وآداب میں بے توجہی وغیرہ پر مشتمل ایک پورا دفتر ہے؛ جن کو اس مختصر تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

**سیاسی افطار پارٹیاں:** عام افطار پارٹیوں کا حال زار اور اس میں ہونے والی چند در چند بے اعتدالیاں آپ کے سامنے آئیں؛ مگر افطار پارٹی کے نام پر سیاسی تماشے بھی آمد رمضان سے شروع ہو کر آخر تک جاری رہتے ہیں؛ بل کہ اخیر عشرے میں تو مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔افطار کی دعوت تو روزے داروں کے لیے مخصوص ہے؛ لیکن یہاں اس کے برعکس منظر نظر آتا ہے۔سرمایہ داروں کے بالمقابل سیاست دانوں کی طرف سے دی جانے والی دعوت میں روزہ دار تو گنتی کے چند ایک ہوتے ہیں؛ جن کی شرکت ضرورتاً یا مصلحتاً ہوتی ہے؛ لیکن اس کے برخلاف غیر روزے داروں کی تعداد بے شمار ہوتی ہے۔جس کا سیاسی قد جس قدر بڑا ہوتا ہے اس میں شرکا کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، وی آئی پی حضرات کی شرکت کا تناسب بھی اسی مناسبت سے ہوتا ہے۔آج تک ایسی کوئی سیاسی یا غیر سیاسی افطار پارٹی نہیں دیکھی گئی جہاں افطار کے وقت ہنگامہ برپا نہ ہوا ہو، افراتفری کا ماحول نہ بنا ہو، عین دعا کے وقت غفلت و بے توجہی نہ برتی گئی ہو۔یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ سیاسی لیڈروں اور افسروں کے افطار کرانے سے روزے اور افطار کا استحصال ہوتا ہے، روزہ اور افطار دونوں کی روحانیت کمزور پڑتی ہے، اور عبادت ایک کھیل تماشہ بن کر رہ جاتی ہے۔علاوہ ازیں سیاسی افطار پارٹی مکمل دکھاوا اور محض رسم ہے؛ جس کا چلن چند برسوں سے مسلم معاشرہ میں عام ہو چکا ہے، بعض بعض جگہ تو مکروہات و محرمات کا بے دریغ ارتکاب کیا جاتا ہے، فرائض کی پامالی ہوتی ہے، احکام خداوندی کی توہین کی جاتی ہے اور سنتوں کا تو جنازہ نکالا جاتا ہے۔نہ کسی کو اذان کی آواز کا پتہ ہوتا ہے نہ افطار کی دعا پڑھنے کا ہوش، نہ نماز مغرب کی فکر ہوتی ہے نہ آداب طعام کا پاس۔بس کسی نہ کسی صاحب حیثیت شخص سے ملنے، اس سے تعارف کرانے؛ بل کہ کسی طرح سیلفی لینے کی بے تابی نیز خود کو ان کی نظروں میں لانے کی جی توڑ کوشش ہوتی ہے، اس طرح کئی گھنٹے اسی ادھیڑ بن میں نکل جاتے ہیں اور وقت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ۔۔۔۔۔(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

اصلاحی مضامین

# زندگی بدلنے والی نماز

از: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

شیخنا واستاذنا حضرت اقدس مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی دوران درس بار بار ہم کو تاکید و تلقین کرتے تھے کہ چھٹی نماز کے بغیر کوئی آدمی بڑا نہیں بن سکتا، یعنی روز و شب میں ہر مسلمان پر پانچ نمازیں تو فرض ہیں، اس کے علاوہ ایک نماز ہے جو نزولِ شریعت کے آغاز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور امت پر بھی فرض تھی مراد اس سے تہجد کی نماز ہے، سورہ مزمل کی آیات ہیں: يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٢ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝٣ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝٤ ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے، رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ؛ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کردے، یا اس پر زیادہ کردو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ لفظ مزمل اور مدثر خود اس کا پتہ دیتے ہیں کہ یہ آیات بالکل شروع اسلام اور نزول قرآن کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہیں جبکہ اس وقت پانچ نمازیں امت پر فرض نہیں ہوئی تھیں، کیوں کہ پانچ نمازوں کی فرضیت تو شب معراج میں ہوئی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت صدیقہ عائشہ وغیرہ کی احادیث کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کی رو سے قیام اللیل یعنی رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام امت پر فرض تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پانچ نمازیں فرض نہیں تھیں۔

اس آیت میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو صرف فرض ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں کم از کم ایک چوتھائی رات سے مشغول رہنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ ان آیات میں اصل حکم یہ تھا کہ تمام رات باستثناء قلیل نماز میں مشغول رہیں اور استثناء قلیل کا بیان اور تفصیل آگے آرہی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ روایات حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ رات کے اکثر حصہ کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے، یہاں تک کہ ان کے قدم ورم کر گئے اور یہ حکم خاصا بھاری معلوم ہوا۔ سال بھر کے بعد اسی سورت کا آخری حصہ "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ" نازل

* خادم تدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ہوا جس نے اس طویل قیام کی پابندی منسوخ کردی اور اختیار دے دیا کہ جتنی دیر کسی کے لئے آسان ہو سکے اتنا وقت خرچ کرنا نمازِ تہجد میں کافی ہے، یہ مضمون ابوداؤد، نسائی میں حضرت صدیقہ عائشہؓ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نمازِ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی، البتہ سنت پھر بھی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی، اسی طرح اکثر صحابہ کرامؓ بڑی پابندی سے نمازِ تہجد ادا کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

نمازِ تہجد کی اہمیت کے باب میں آیت مذکورہ شافی و کافی بیان ہے، اب اس کی افادیت کو آگے کی آیات میں دیکھیں کہ اللہ پاک فرمارہے ہیں "اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا" ترجمہ: ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ " اس آیت میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ نمازِ تہجد کا حکم اس لیے دیا گیا کہ انسان مشقت اٹھانے کا خوگر بنے؛ یہ یعنی تہجد کی نماز رات کو نیند کے غلبہ اور نفس کی راحت کے خلاف ایک جہاد ہے؛ اس کے ذریعہ احکام کا ثقیل بوجھ برداشت کرنا آسان ہوجائے گا جو قرآن میں نازل ہونے والے ہیں"۔ (معارف القرآن)

معلوم یہ ہوا کہ انسان کو اللہ پاک کے حکموں کی تعمیل اور قرآن میں مذکور احکام پر بلا مشقت عمل کرنا آسان ہوجائے گا جب کہ وہ تہجد کی نماز کا اہتمام کرنے والا ہو، علما نے ایک حکمت یہ بھی بیان کی ہے کہ جس طرح زمین کو ہموار کرنے کے بعد بیج ڈالنا بارآور ہوگا اسی طرح تہجد کے ذریعہ دل کی زمین بھی ہموار ہوگی، پھر جب احکامِ شرع کے بیج اس میں ڈالے جائیں گے تو وہ انشاء اللہ ضرور نفع بخش و ثمر آور ثابت ہوگا۔

اسی برکت کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہؓ بڑے اہتمام کے ساتھ تہجد پڑھا کرتے تھے، اور رات کے اوقات میں نرم و نازک خواب گاہوں پر سوتے پڑے رہنے کے بہ جائے یادِ الٰہی میں مصلوں پر اور بارگاہِ حضور میں سجدہ ریز ہوکر گزارنے کو پسند کرتے تھے، خود قرآن پاک نے اس کی شہادت دی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تَتَجَافٰی جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ۔'' (الم السجدۃ: ۱۶، ۱۷)

''اُن کے پہلو (رات کے وقت) اپنے بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈر اور اُمید (کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکار رہے ہوتے ہیں، اور ہم نے اُن کو جو رزق دیا ہے وہ اُس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، چنانچہ کسی متنفس (انسان) کو کچھ پتہ نہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا

سامان اُن کے اعمال کے بدلے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (الذاریات: ۱۷،۱۸) ''وہ رات کے وقت کم سوتے تھے، اور سحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے۔''

اور ایک جگہ اللہ کے نیک بندوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ (الفرقان: ٦٤) ترجمہ: ''اور (رحمان کے بندے وہ ہیں) جو راتیں اِس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں اور (کبھی) قیام میں۔''

ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی امت کو طرح طرح سے قیام لیل اور نماز تہجد کی ترغیب دی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں: ''جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑنے لگے اور کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا، تاکہ دیکھوں (کہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں یا نہیں؟) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھ کر کہا کہ: یہ چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔ وہاں پہنچ کر جو سب سے پہلا ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا، وہ یہ تھا کہ لوگو! آپس میں سلام کا رواج ڈالو اور (غرباء کو) کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات کے وقت جب سب لوگ سوتے ہوں (تہجد کی) نماز پڑھا کرو، تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔''

(سنن ابن ماجہ وجامع ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جنت میں ایسے بالا خانے ہیں (جو آبگینوں کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں) اُن کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اچھی طرح سے بات کریں، اور (غرباء) کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزے رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں، جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔'' (ترمذی، ابن ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''رمضان کے روزے کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ محرم کا ہے۔ اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات (کے وقت تہجد) کی ہے۔'' (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم رات کے جاگنے کو لازم پکڑو، کیوں کہ یہ تم سے پہلے صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کا ذریعہ ہے

اور گناہوں کے لیے کفارہ ہے، اور گناہوں سے روکنے اور حسد سے دُور کرنے والی چیز ہے۔ (قیام اللیل)

احادیث بالا سے پتہ چلا کہ تہجد کی نماز عنداللہ کتنا محبوب عمل ہے، اور کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو اور امت کو اس کی ترغیب دی ہے، اور اس نماز کو انبیاء سابقین کا طریقہ اور تقرب الٰہی کا بہترین وسیلہ بلکہ گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ اور دخول جنت کا سبب بتایا گیا ہے، ایک اور روایت میں وارد ہے کہ رات کا وقت اللہ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بہترین وقت ہے، حضرت عمر بن عبسہؓ کی حدیث ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ جل شانہ بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخر درمیانے حصے میں ہوتے ہیں، اگر تم میں توفیق ہو کہ تم اس گھڑی میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو تم ایسا کرلو"۔ (ترمذی)

علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ رات کے درمیان لوگوں کی غفلت کی حالت میں اور ان کی نیند میں استغراق کی حالت میں تہجد ادا کرنا نزول رحمت اور حصول انوار کا موقع ہے؛ یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ بے نیاز مولیٰ آسمان دنیا پر نزول فرما کر پوچھتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کو نوازا جائے، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کی جائے۔ (صحیح مسلم)

اسی وجہ سے حضرات سلف صالحین اور صوفیاء و مشائخ بلکہ دن رات تفسیر و حدیث اور فقہ وفتاویٰ کی خدمات میں مصروف اہل علم بھی تہجد کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے؛ ✷ حضرت سعید ابن مسیبؒ کے بارے میں ان کے بیٹے کی شہادت ہے کہ انہوں نے پچاس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، اور مسلسل روزے رہے، سبحان اللہ! گویا ساری رات یاد الٰہی میں گزارتے تھے۔ ✷ حضرت مسروق رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! جب حضرت مسروق رات کی عبادت کر کے صبح کو فارغ ہوتے تھے آپ کی پنڈلیاں طول قیام کی وجہ سے سوجی ہوئی ہوتی تھیں، میں ان کے پیچھے ان پر ترس کھاتے ہوئے روتی رہتی تھی، جب رات لمبی ہو جاتی تھی اور آپ تھک جاتے تھے تو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے، نماز کو چھوڑتے نہیں تھے۔ ✷ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسودؒ تشریف لائے جبکہ آپ کے ایک پاؤں میں تکلیف تھی پھر بھی آپ نے ساری رات صبح تک کھڑے ہو کر نماز پڑھی، ایک پاؤں کو اٹھا رکھا تھا اور دوسرے پاؤں پر کھڑے رہے اور ہمارے ساتھ عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے ادا کی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۲۹۷ھ) کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو سوال کیا: حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے کہا: فَنِيَتِ الْحَقَائِقُ وَ الْإِشَارَاتُ وَ نَفِدَتِ الرُّمُوْزُ وَ الْعِبَارَاتُ وَ مَا نَفَعَنَا اِلاَّ رُكَيْعَاتٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ۔ ''یعنی سارے علوم و حقائق وغیرہ فنا ہو گئے، یہاں کچھ کام نہ

آئے، اگر کچھ کام آئیں تو صرف وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں کام آئیں جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا، یعنی تہجد۔‘‘

(الافاضات، ج:۲، ص:۲۸۶)

آیات واحادیث اور احوال سلف سے نماز تہجد کی فضلیت، اہمیت، افادیت اور عنداللہ اس کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے بعد اب انسان عقل کو بنیاد بنا کر بھی سوچے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ ساری مخلوق حتیٰ کہ چرند پرند بھی محوخواب ہوں، اشجار واحجار دریا وصحرا سبھی پرسکوت وخامشی طاری ہو، اور حضرت انسان جس کی خلقت کا بنیادی مقصد خدا کی قربت ہے وہ بھی میٹھی نیند کی چسکیاں لے رہا ہو، گویا سارے عالم پر غفلت کی ایک دبیز چادر پڑی ہوئی ہو اور خلاّقِ عالم، غنی عن العالمین مولیٰ سماءِ دنیا پر جلوہ ریز ہوکر "**هل من سائلٍ فأُعطيَه، هل من داعي فأستجيبَ له، هل من تائبٍ فأتوبَ عليه، هل من مستغفِرٍ فأغفرَ له**" کی صدا لگا رہے ہوں کہ ہے کوئی اپنی چاہتوں کا طلب گار، ہے کوئی توبہ وتوجہ کا خواستگار، ہے کوئی طالب مغفرت کہ میں اس کی امنگوں کو پورا کروں، اس کی مطلوب مرغوب اشیاء سے اس کو بہرہ ور کروں، اس کی طرف نظر رحمت فرما کر اس کے گناہوں کی بخشش کروں، اب ایسے وقت میں ایک بندۂ نیازمند بے نیاز مولی کی اس پکار کی آہٹ پا کر غفلت کی موٹی چادر کو چاک کرتے ہوئے اٹھتا ہے، اور اطراف واکناف کے ماحول سے بے پرواہ ہوکر اپنے محبوب کی محبت اور اس کی یاد میں کھڑا ہوتا ہے تو تھوڑا تصور کریں کہ ایک غلام اور آقا، دونوں ایک دوسرے کے ہم راز ودم ساز ہیں، اور بندہ پوری توجہ وانہماک کے ساتھ اپنے مولی کے آگے سرتسلیم خم کیے ہوئے آہ وبکا کر کر رہا ہے، اس کی رضا وخوشنودی کا سوال کر رہا ہے، اس کی جنت کی مانگ کرتے ہوئے اس کی جہنم سے پناہ مانگ رہا ہے، اپنے سارے دکھڑے اس کو بتا بتا کر پریشانیوں سے نجات چاہ رہا ہے، وہ ساری معصیتیں جو پردۂ راز میں تھیں ان میں سے ایک ایک کو یاد کر کے اپنے آقا سے ان کی مغفرت کی بھیک چاہتا ہے، غرض عبدیت وعاجزی جس کو اللہ پاک سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اس کا کمال اظہار ہو رہا ہو تو ذات ذوالمنن باری تعالیٰ کی غیرت سے یہ ممکن ہے کہ اس بندے کو دھتکار دے، اس کو نامراد لوٹا دے؟ نہیں! بلکہ اللہ پاک بڑے غیور ہیں، رؤوف ورحیم ہیں، وہ ضرور ایسے بندوں کو جو تنہائیوں میں اس سے ملاقات کے رسیا ہوں ایسی شان قبولیت سے نوازتے ہیں کہ ساری دنیا ان بندوں کی اسیری کو سرمایۂ افتخار سمجھنے لگے، ان کی کچھ دیر کی رفاقت وصحبت بافیض کو ہفت اقلیم کی دولت سے برتر گردانے، اور شاہانِ عالم ان کے در کی حاضری بلکہ چاکری کو بھی اپنے لیے باعثِ سعادت تصور کریں، یہی وہ بندے ہیں جن کے جذبات وخیالات کی اللہ پاک کے یہاں بھی بڑی قدر ہے، حدیث رسول "**لو أقسم على الله لأبره**" کے مطابق یہ کچھ کہہ دیں تو باری تعالیٰ ان کے کہے کی لاج رکھنے کی خاطر نقشہ

کائنات میں تغیر افتاد کردے، نظام عالم میں تبدیلی واقع کردے، ان کی ایذا رسانی پر "آذنته بالحرب" کی تہدید شدید نازل ہو، وہ "لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ" کی شان کے ساتھ جیتے ہیں، اور "الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلامٌ عَلَيْكُمُ" کے مطابق موت کے وقت فرشتے اللہ کی جانب سے پیغام سلام لے کر ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

یہ سب مقام نفلی عبادتوں سے بالخصوص نیم شبانہ عبادات اور آہ سحرگاہی سے حاصل ہوتا ہے، دنیا میں جتنے بھی اولیاء و اتقیاء، صلحاء و صوفیاء بلکہ جتنے بھی کبار علماء و فقہاء گزرے ہیں سبھی کی زندگی کا مابہ الاشتراک عمل نماز تہجد اور قیام لیل ہے، ہر ایک کی تاریخ کے تابناک بننے اور صفحات عالم پر دیرپا نقوش چھوڑ جانے اور ان کے فیضان علم و معرفت کو عام و تام ہونے اور دوام پانے میں رات کی بیداری اور بارگاہ ایزدی میں تضرع و ابتہال کا بہت بڑا دخل ہے، اور یہی نماز ان کے انقلابیت اور عالم گیریت کا بڑا ذریعہ ہے، ان کو جو شان محبوبیت اور مقام قبولیت حاصل ہوا وہ بھی اسی کے طفیل ہے، اسی کو علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں کہا:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

لہذا اگر ہم اللہ کا قرب چاہتے ہوں، اس بے ثبات دنیا میں سکون وچین کی زندگی کے خواہش مند ہوں، اپنی آخرت بنانا اور جنت میں اونچے درجات پانا چاہتے ہوں، اسی طرح عوام میں مقبولیت اور خدمات دین میں وسعت کے طلب گار ہوں فی الجملہ یہ کہ اگر ہم اپنی زندگی کو مکمل طور پر بدلنا چاہتے ہوں، آخرت کی طرف زندگی کا رخ موڑنا چاہتے ہوں بہت زیادہ ضروری اور نہایت ہی مفید عمل یہ ہے کہ ہم تہجد کا التزام و اہتمام کریں، کوشش کرنے والوں کے لیے بہت آسان ہے، انسان کی ساری طبعی کاہلی اس کے پختہ ارادوں کے آگے تودۂ خاک ہے۔

"جو ہو عزم سفر پیدا تو ٹوٹ جاتی ہے زنجیریں"

کامل عزم سے سب کچھ ممکن ہے، جب بندہ ٹھان لیتا ہے کہ مجھے کرنا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے آسانیاں پیدا کردیتے ہیں، تہجد کی عادت ڈالنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ہر مرد و عورت رمضان المبارک میں سحری کو اٹھتے ہی ہیں، اِسی وقت نماز تہجد ادا کرلیں۔

اللہ پاک ہم سب کو خلوص عمل کی توفیق بخشے اور اپنا تہجد گزار بندہ بنائے۔ آمین

افاداتِ اکابر

# اشرف المجالس

ترتیب وپیش کش: مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی*

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کی توضیح وتشریح کو برادرِ عزیز حافظ مولانا مفتی احمد علی قاسمی زید فضلہٗ نے ضبط وترتیب دیا ہے۔ از مرتب

## (۲۶) صیام وقیام اور تلاوتِ قرآن کی اہمیت

ارشاد فرمایا:۔ صیام (یعنی روزے رکھنا) آداب کی رعایت کے ساتھ ہو، اور سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ روزہ گناہ سے خالی ہو، اور قیام رات کے دونوں پہر ہو، شروع والا (تراویح) بھی اور آخر والا (تہجد) بھی، جعل الله صيامه فريضة و قيام ليله تطوعا مشروعیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے، جیسے روزہ فرض مان کر رہتے ہیں، ایسے ہی تراویح اور تہجد اور درمیان میں ہو سکے تو نوافل کا بھی اہتمام اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر کرنا چاہیے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً پوری رات قرآن نفلوں میں سنتے ہوئے گزارتے تھے، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو ہم اپنا امام ومقتدا تسلیم کرتے ہیں) وہ بھی رمضان میں تراویح میں تو قرآن جتنا سن سکتے سنتے، ان کے علاوہ مغرب بعد اوابین کی 20 رکعتیں پڑھتے؛ اور اس میں دو پارے قرآن کی تلاوت کرتے تھے، تراویح کے بعد دو حافظوں کے ذریعے سے نوافل میں سحر تک قرآن سنتے تھے، محدثین وفقہاء بھی قرآن کریم کی تلاوت بکثرت کرتے تھے، اس لیے ضروری کاموں کے بعد مرد بھی اور مستورات بھی باقی وقت قرآن کریم کی تلاوت میں گزاریں، قرآن کریم سے اس مہینے کا خاص تعلق ہے، اور مسابقہ مسارعہ بھی ہونا چاہیے، یعنی نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہیے، وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ، اور دیکھو بھائی! یہ سیزن ہے سیزن میں کوئی کاروبار چھوڑتا

* خادم تدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ہے؟ دنیا کی آمدنی کی سیزن کا خیال اس وقت دنیا کے تاجرین رکھے ہوئے ہیں، ان کو دیکھ کر بھی آخرت کی طلب رکھنے والوں کو سبق نہ ہو، کیسی بات ہے؟ یہ بھی سیزن ہے، نفل کا م فرض کے برابر اور فرض کا م 70 فرضوں کے برابر، اللہ نے ریٹ بڑھا دیا ہے، اس لیے ضروری کاموں کے وقت تو کام میں مصروف رہنا چاہیے بقیہ سارا وقت عبادت میں گزارنا چاہیے، تضییعِ اوقات نہ ہو۔

## (۲۷) عقیدت مندی اور اظہارِ عقیدت میں فرق

ارشاد فرمایا:۔ بہت سے لوگوں کو اپنے بزرگوں کے نہ مقاصد سے اتفاق ہوتا ہے، نہ ان کے کاموں میں دلچسپی ہوتی ہے، اور نہ ان کی فکروں سے کچھ لینا دینا ہوتا ہے، بس نظروں کے سامنے رہ کر ظاہری خدمت کر کے اسی کو بہت بڑی عقیدت مندی سمجھتے ہیں؛ حالانکہ یہ کوئی عقیدت مندی نہیں ہے؛ بلکہ محض اظہارِ عقیدت ہے، بس یہ بتلانا ہے کہ میں آپ کو بہت چاہتا ہوں؛ یہ بھی ایک طرح کا استکبار ہے، اس لیے ایسا آدمی اپنے اس مزاج کی وجہ سے نہ دین سیکھتا ہے، نہ دین پر چلتا ہے، نہ خود کو مٹاتا ہے، نہ اخلاق کو درست کرتا ہے؛ ایسے لوگ بزرگوں کی خدمت میں رہ کر بھی کچھ نہیں پاتے، اور باقی جو لوگ کام کرنے والے ہیں وہ مرمٹ کے کام کرتے ہیں، کبھی ان کو اپنے بڑوں سے مصافحہ تک کی بھی توفیق نہیں ملتی؛ مگر بات سمجھ گئے ہیں اور کام میں لگے ہوئے ہیں، ایسے ہی لوگ دراصل صحیح معنی میں اپنے بڑوں کی قدر کرنے والے ہیں۔

## (۲۸) علماء اور اولیاء اللہ کا احترام اور ان کی قدر دانی

ارشاد فرمایا: ہمارے استاد حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب رحمت اللہ علیہ ہر عالمِ دین سے مرعوب رہتے تھے، اور اگر معلوم ہو جاتا کہ کوئی عالمِ دین ہے تو آپ کی گفتگو، بیٹھک، چال ڈھال سب میں عجز و تواضع نمایاں رہتی تھی، حالاں کہ وہ خود بڑے عالم اور اللہ والے تھے، حضرت شیخؒ کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے۔ یہاں حیدرآباد میں تبلیغی جماعت کا ریاستی اجتماع ہو رہا تھا؛ جو بہت بڑا اجتماع اس زمانے میں سمجھا جاتا تھا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ہم اس زمانے میں طالب علم تھے، اس سال حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض العلوم میں پڑھا رہے تھے، اکابر سے ملاقات کے لئے اجتماع میں تشریف لے گئے، مرکز والوں سے اچھی واقفیت تھی، وہ لوگ بھی حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقف تھے، ہم بھی بیان سننے کی غرض سے وہاں پہنچے ہوئے تھے، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ اسٹیج پر لے

گئے، جب حضرت جی کا بیان ہوا تو انھوں نے لوگوں کو یہ بات بھی بتائی کہ ''دیکھو! میرے بازو ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے اللہ والے ہیں، میں نے سنا ہے کہ حیدرآباد میں ایک سال کا قیام ہے، آپ لوگوں کو میں تاکید کرتا ہوں کہ ان بزرگوں سے فائدہ اٹھاؤ، اہل اللہ کی صحبت میں رہو، غنیمت سمجھو کہ آپ کے شہر میں ہیں''۔ قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری، بولنا یہ ہے کہ بزرگوں سے استفادہ اور تربیت اصل چیز ہے، تواضع وعبدیت اگر بزرگوں سے ہم نہیں لے سکے نہیں سیکھ سکے تو پھر اور کیا لیا ہے؟

## (۲۹) تقوی اللہ کے چار ظاہری صفات وعلامات

ارشاد فرمایا:۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چار صفات ایسی بیان کی ہیں جو دل میں تقویٰ ہونے کی علامت ہیں؛ پہلی صفت ہے الخوف من الجلیل جلیل اللہ تعالیٰ کا نام ہے، جلال اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، یا ذوالجلال والاکرام کہہ کر دعا میں اللہ کو پکارا جاتا ہے، آدمی کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوجائے، بندہ اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان اور عظمتِ مقام کو ہر وقت اپنے دل میں محسوس کرتا رہے تو اس کی صفت بتلاتی ہے کہ اس کے اندر تقویٰ ہے، اور یہ شخص متقی ہے۔

دوسری صفت ہے العمل علی التنزیل شریعت پر عمل کرنا، قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر تعلیمات بھی آپ پر نازل ہی ہوئی ہیں؛ اس لیے مجموعی طور پر تنزیل سے مراد شریعتِ اسلامی ہے، جب متقی ہوگا تو شریعت وسنت پر بھی عمل کرے گا۔

تیسری صفت ہے القناعۃ بالقلیل یعنی جو کچھ اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے اس پر قناعت کرلے، کمائے محنت کرے، ہوس میں مبتلا نہ ہو، متقی کی زیادہ تر فکر آخرت کے سنوارنے کی ہوتی ہے۔

چوتھی صفت ہے الاستعداد لیوم الرحیل کوچ کے دن کے لیے تیاری، یعنی موت کا دن مراد ہے، جس دن بندہ دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرے وہ دن اچھا ہو، ہماری زندگی کے کل ایام میں سب سے بہتر دن آخری دن ہونا چاہیے، زندگی کے تمام لمحات میں سب سے بہتر آخری لمحہ ہونا چاہیے، جتنے اعمال کر رہے ہیں ان میں سے بڑھیا عمل آخری عمل ہونا چاہیئے؛ یہ فکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں میں بھی ہمیں ملتی ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ بات کہنے میں تو بہت آسان ہے؛ لیکن خود بخود کیسے پیدا ہوجائے گی؛ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور عمل کی پابندی کے اعتبار سے عمر بھر کا مجاہدہ ہے، جب آدمی اپنے ہر عمل کو پچھلے عمل سے اچھا کرے گا، ہر دن پچھلے دن سے اچھا گزارے گا، ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے اچھی گزارے گا تو پھر آخری لمحہ سب سے اچھا ہوگا۔

افاداتِ اکابر

# ارشاد السالکین

"خانقاہِ سعیدیہ" میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹؍بجے تا شب ۹؍بجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰تا۱۲؍بجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء وعوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہٰذا و مجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کر کے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ از مرتب

## اشرافِ نفس کی حقیقت

سوال: "اشرافِ نفس" کا بہت زیادہ شکار ہوں، بازار میں جب کوئی چیز خریدنے کے لیے جاتا ہوں تو خواہش ہوتی ہے کہ مولوی ہونے کی وجہ سے قیمت میں کوئی کمی کردے، کیا یہ "اشراف نفس" میں داخل ہے؟

جواب: ایسی کسی خواہش کا دل میں پیدا ہوجانا کوئی "اشراف نفس" نہیں ہے، اس لئے کہ اگر کسی کو کسی وجہ سے بھلائی کی امید ہوتی ہے تو اس میں آدمی اپنا بھلا چاہتا ہی ہے، علماء اور مشائخ کی تحقیق کے مطابق کسی مخلوق سے کسی نفع کے محض خیال آنے سے "اشراف نفس" نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر ہم نے کسی سے کوئی توقع کی اور اس نے وہ توقع پوری نہیں کی اور اس کے نتیجے میں اس سے بغض ہوجائے تو یہ "اشراف نفس" ہے، اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

## نامحرم عورتوں سے بات چیت خطرات سے خالی نہیں

سوال: میں ایک معلّم ہوں، پڑھانے کے دوران بچوں کی والدہ کا فون آتا ہے، بات کرتا ہوں تو اہلیہ کو اعتراض ہوتا ہے، اس سلسلے میں مجھے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اس میں بہت سے خطرات ہیں: ایک خطرہ تو یہی ہے کہ اہلیہ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ آپ کا اور عورتوں سے بھی تعلق ہے، دوسرا خطرہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے: وہ یہ کہ ایسے حالات میں

بسا اوقات دھیرے دھیرے عورتوں سے بلا وجہ بات کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، اور وہ کبھی آدمی کو کسی شرمناک اقدام تک بھی پہنچا دیتی ہے، اس لیے بچوں کے سرپرستوں سے کہہ دینا چاہیے کہ وہ ذمہ داروں سے بات کرلیں، یا اگر بات کرنا ضروری ہی ہے تو اپنی اہلیہ کے ذریعے سے ان تک جواب پہنچا دینا چاہیے، حفاظت و احتیاط کا یہی طریقہ مناسب ہے۔

## قرآن پاک کی محض تلاوت بہتر ہے یا سمجھنا بھی؟

سوال: رمضان شریف میں قرآن سمجھ کر پڑھنا چاہیے یا زیادہ مقدار میں پڑھنا چاہیے؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: کثرتِ تلاوت اور قرآن فہمی دونوں ضروری کام ہیں، دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے، تھوڑا سا وقت قرآن فہمی کے لیے رکھو اور باقی تلاوت کے لیے فارغ کرلو۔

## خیالات و وساوس کے ہجوم کا علاج

سوال: میرے ذہن میں ہمیشہ خیالات آتے رہتے ہیں، نماز میں بھی اور تنہائی میں جب اکیلے رہتا ہوں تو دماغ میں ایسی سوچیں آتی ہیں جس کا میں کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا؛ حتی کہ قضائے حاجت میں بھی گہری سوچ میں لگ جاتا ہوں، رہنمائی فرمائیں۔

جواب: ایسا ضعفِ دماغ کی وجہ سے ہوتا ہے، لگتا ہے اعضائے رئیسہ کمزور ہیں، کسی طبیب سے علاج کراؤ، صحت اچھی رہے گی، ذہن طاقتور ہوگا تو انشاء اللہ اس قسم کے خیالات میں کھو جانا نہیں ہوگا، باقی خیالات کے سلسلے میں مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ: ایسے خیالات کی طرف دھیان نہ دیں فوراً دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں؛ یہاں تک فرماتے ہیں کہ وساوس کے نہ آنے کا خیال بھی نہ کرو۔

## مسجد کے امام کے فرائض و واجبات

سوال: میں ایک مسجد کا امام ہوں، مجھے امامت و خدمت کیسے کرنا چاہیے؟ رہبری فرمائیں۔

جواب: مسجد کے امام کو ظاہری اعتبار سے صاف ستھرا رہنا چاہیے، وقت کی پابندی کرنا چاہیے، سنن قبلیہ اور بعدیہ مسجد میں ہی ادا کرنا چاہیے، پابندی کا بھی اہتمام کرنا چاہیے؛ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کبھی امامت میں ناغہ نہیں فرماتے تھے، کوئی عذر ہو تو الگ بات ہے، خدمت کے حوالے سے اپنے محلے اور اپنے مصلیوں کے دین کی فکر کریں، اس کے لیے کم از کم ایک مکتب چلائیں، اور کبھی کبھی اہل محلہ سے ملاقات بھی کرلیا کریں؛ اور یہ ملنا صرف اس نیت سے ہو کہ ہم ان کو کوئی دینی فائدہ پہنچائیں، نہ اس لئے کہ ان سے ہم کوئی فائدہ

اٹھائیں، اگر کوئی مصلی نماز کو نہ آئے تو اس سے ملاقات کریں، اور نماز کی دعوت دیں، محلے کے باشعور بچے جو نماز سے غافل ہیں ان کو شرمندہ کئے بغیر سمجھا بجھا کر مسجد میں لانے کا اہتمام کریں، اس سے انشاء اللہ ماحول پر بڑا اچھا اثر پڑے گا، جیسے ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے سماج کو سدھارا ہے، ائمہ بھی اسی طرح اپنے سماج کو سدھاریں، شفقت و رحمت اور عزت و آبرو کی حفاظت کے ساتھ اور اپنے اندر کی کڑھن اور درد کے ساتھ۔

## کفر و شرک کے سوا ہر گناہ کی معافی ہو سکتی ہے۔

سوال: کیا اللہ پاک سود جیسے بڑے گناہ کبھی معاف فرمائے گا؟ رہبری فرمائے۔

جواب: سود بہت بڑا گناہ ہے، اللہ پاک سے جنگ کرنا ہے، اتنا بڑا گناہ ہے لیکن کفر و شرک نہیں ہے، جب گناہ ہے تو معاف ہوسکتا ہے، خوارج ارتکابِ کبیرہ کو کفر سمجھتے ہیں، اہل سنت کفر نہیں سمجھتے، چاہے اللہ اول وہلہ میں معاف فرمادے یا سزا دے، کر معاف کردے بہر حال سود ہے تو بہت بڑا گناہ لیکن صدقِ قلب سے معافی کے طلب گار بنیں تو بعید نہیں کہ اللہ معاف فرمائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے سود تو سود ہے سود کے شبہ سے بھی بچو۔

## کوشش کرنے والا بامراد ہوتا ہے

سوال: بار بار کوشش کے باوجود اعمال میں کوتاہی اور سستی ہو رہی ہے، علاج فرمائیں۔

جواب: کوشش کرنے کے بعد سستی نہیں ہوتی ہے، کوشش نہ کرنے سے سستی ہوتی ہے، اگر آپ کوشش کر رہے ہیں تو کامیاب ہیں، من جدَّ وجد تو آپ جس کو کوشش بول رہے ہیں وہ حقیقت میں کوشش نہیں ہے، اس کو کوشش مت بولئے، ہوسکتا ہے بار بار چاہنے کے باوجود کام نہیں ہورہا ہے، اور یہ بھی یاد رکھو کہ جی کا چاہنا تائیدِ الٰہی ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہدایت کا الہام ہے، یہ بڑی نعمت ہے؛ اس نعمت کی قدر یہی ہے کہ ہمت کر کے کام کریں، باقی اگر کوئی شخص واقعی کوشش کر رہا ہے اور کوئی طبعی یا شرعی عذر اس کو کام کرنے نہیں دے رہا ہے تو یہ معذور ہے، اور معذور کے احکام الگ ہیں، علماء سے دریافت کرلیں۔

فقہ وفتاویٰ

# آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

## شوہر مقروض ہو اور بیوی صاحب نصاب ہو تو کیا بیوی پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال: بیوی، صاحب نصاب ہے لیکن شوہر مقروض ہے تو کیا بیوی پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: بیوی اگر صاحبِ نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہے، شوہر کے مقروض ہونے کی وجہ سے زکوۃ کے حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا؛ کیوں کہ دونوں کی ملکیت الگ الگ ہے۔ (کتاب النوازل، ۶/ ۴۳۳)

## ۴ر تولہ سونا اور چند روپیہ پر زکوٰۃ

سوال: اگر کسی کے پاس ۴ /تولہ سونا ہے، اور دس پانچ ہزار روپیے بھی ہیں تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: روپیہ، چاندی کے حکم میں ہے؛ لہذا چار تولہ سونا کے ساتھ چند روپیہ ہونے کی شکل میں چاندی کے نصاب کا حساب لگایا جائے گا، یعنی اگر ۴ /تولہ سونا اور چند روپے کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچتی ہے، تو اس پر زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ (کتاب النوازل، ۶/ ۴۴۰)

## فکس ڈپازٹ رقم پر زکوٰۃ؟

سوال: ایک شخص بینک میں بیس ہزار روپے فکس ڈپازٹ میں ڈال دیتا ہے جس کو چھ سال کے بعد نکالتا ہے، تو کیا یہ شخص ہر سال زکوۃ دیتا رہے گا؟

جواب: بینک میں بطور فکس ڈپازٹ رقم جمع کرنا دین قوی کے درجہ میں ہے، جب مدت معینہ گذرنے پر پوری رقم ملے گی تو اصل جمع کی ہوئی رقم پر ہر سال زکوۃ واجب ہوگی، لیکن جو رقم بڑھ کر ملے گی وہ سود ہے اور قطعاً حرام ہے، اس پر زکوۃ واجب نہیں۔ (کتاب النوازل، ۶/ ۴۷۲)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

## تراویح میں شرکت کے لئے عورتوں کا مسجد جانا

سوال: رمضان میں عورتوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ مسجد میں جا کر حافظ صاحب کا تراویح میں قرآن سنیں، وہاں پردے کا بھی انتظام ہوگا، مردوں کی صفوں کے بعد عورتوں کے لئے پردے کا انتظام ہوگا، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: عورتوں کا مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے، اوراس سے کوئی نماز مستثنی نہیں، خاص طور سے مردوں کی تلاوتِ قرآن سننے کا مقصد موجودہ حالات میں زیادہ تر حسن صوت ہوتا ہے، جو اور زیادہ موجبِ فتنہ ہے۔ (فتاویٰ عثمانی، ۱/۴۷۱)

## شافعی امام کے پیچھے حنفی کا وتر پڑھنا

سوال: کیا شافعی امام کے پیچھے ایک حنفی وتر کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: شافعی حضرات چوں کہ وتر دو سلاموں کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور حنفی مسلک میں اس طرح نماز نہیں ہوتی، اس لیے حنفی حضرات کو چاہیے کہ وہ وتر میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں، بلکہ اپنی نماز علاحدہ ادا کریں، لیکن تراویح انہیں کے ساتھ ادا کرلیا کریں، اور وتر کے وقت علاحدہ ہوجائیں۔ (فتاویٰ عثمانی، ۱/۴۷۵)

## وتر میں دُعائے قنوت بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: ۔وتر میں دُعائے قنوت بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ۔دُعائے قنوت واجب ہے، اگر وہ بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(فتاویٰ عثمانی، ۱/۴۷۵)

## غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا

سوال: کیا غیر مسلم کی بھیجی ہوئی چیزوں سے افطار کرنا جائز ہے؟

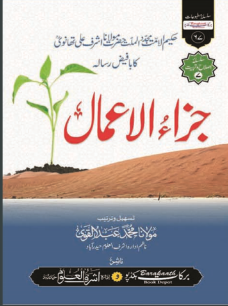
جواب: غیر مسلم کی بھیجی ہوئی پاک اور حلال چیز قبول کرنا اوراس سے افطار کرنا جائز ہے، اور اگر غیر مسلم کی بھیجی ہوئی چیز پاک اور حلال نہیں تو اسے قبول کرنا اوراس سے افطار کرنا جائز نہیں۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۱/۲۴۷)

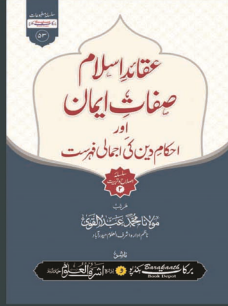
## روزہ کی حالت میں خوشبو سونگھنا

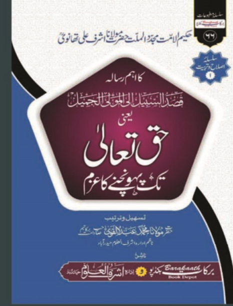
سوال: کیا روزہ کی حالت میں خوشبو سونگھنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے؟

جواب: لوبان، عود، اگربتی، اور دیگر خوشبوجات سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان کا دھواں حلق میں قصداً داخل کیا گیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۱/۲۶۱)

**ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-**
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Mar-25, Date of Posting 5th Mar-25

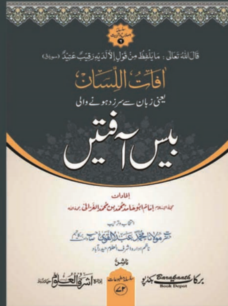


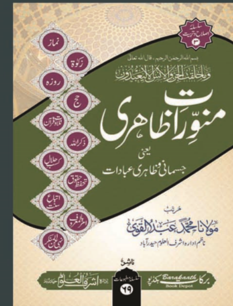



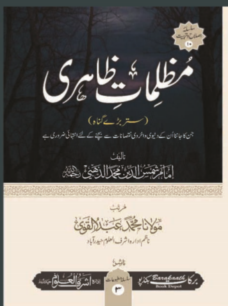



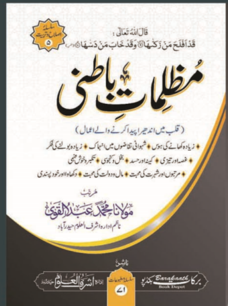


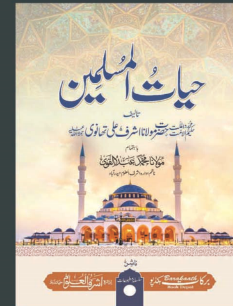





Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59